11/43

هفت روزه

خدام الدین

لاهور

بیادگار:
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رح
شیرانواله دروازه لاهور

۱۷ ذی قعد ۱۳۸۵ ھ
۱۱ مارچ ۱۹۶۶ ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ○ لاهور

درسِ حدیث

حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی

پڑوسی کا حق

عَنْ انسٍ رضؓ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی یُحِبَّ لِجَارِہٖ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

ترجمہ:۔ حضرت انسؓ کے واسطہ سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے ۔ فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے ۔ کوئی بندہ پورا مومن نہ ہوگا ۔ جب تک اپنے پڑوسی کے لئے ہر وہ شے نہ پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے ۔ (بخاریؒ مسلمؒ)

حل الفاظ جار یعنی پڑوسی عام ہے ۔ کہ مسلمان ہو یا غیر مسلم ہو ۔ پڑوس مکان کی ہر جانب سے چالیس گھر تک بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے ۔ حضرت علیؓ سے نقل ہے ۔ کہ جہاں تک آواز پہنچ سکے ۔ اور بعض علماء نے لکھا ہے ۔ جو مسجد میں صبح کی نماز میں آسکے ۔ اور حضرت عائشہؓ نے حضورؐ سے پوچھا تھا ۔ کہ میرے دو پڑوسی ہیں ۔ کس کو ہدیہ بھیجا کروں فرمایا جس کا دروازہ قریب ہو ۔ (بخاری)

مایحب ۔ جو پسند کرے کہ یہاں عام رکھا ہے ۔ مگر نسائی کی حدیث میں من الخیر بھی ہے ۔ یعنی جو نیکیاں اپنے لئے پسند کرتا ہو وہ اس کے لئے پسند کرے ۔ اس لئے عبادتیں اور تمام جائز کام اس میں داخل ہیں ۔ طبرانی کی حدیث میں ہے ۔ کہ پڑوسی تین قسم کے ہیں ۔ ایک تو وہ جس کا صرف ایک حق ہے وہ غیر مسلم ہے ۔ اس کے لئے صرف پڑوس کا حق ہے دوسرا وہ جس کے دو حق ہیں ۔ وہ مسلمان ہے ۔ ایک حق پڑوس کا دوسرا اسلام کا تیسرا وہ جس کے تین حق ہیں وہ مسلمان رشتہ دار ہے ۔ ایک حق پڑوس کا دوسرا اسلام کا تیسرا صلہ رحمی کا ۔

غیر مسلم کے لئے اسلام میں داخل ہونا پسند کرنا اور ایمان کے بعد جن جن منافع کی خود کو امید ہے اس کے لئے پسند کرنا ہے ۔ اور تکلیف نہ دینا اور جوبات سب کو عام ہے ۔ وہ یہ ہے ۔ کہ ہر نیک بات کی ان کے لئے خواہش رکھنا اچھی باتوں کی نصیحت کرنا ہدایت واصلاح کی دعا کرنا ۔ تکلیف کو ان سے ہٹانا ان کی لغزشوں کی پردہ پوشی کرنا ۔

تشریح ظاہر حدیث میں لایومن سے کہ ایمان والا ہی نہ ہوگا ۔ مگر ان آیتوں اور حدیثوں کی وجہ سے جن سے مسلمانوں کا ہمیشہ کو جنت میں جانا اور بقدر گناہ سزا پا کر جانا ثابت ہے ۔ سب علماء امت نے پورا مومن نہ ہونا مراد لیا ہے ۔ کیونکہ سب کے نزدیک شریعت کے احکام سے یہ ثابت ہے کہ ایسا نہ کرنے والا اسلام سے خارج نہیں ہوتا ۔ مسلم شریف کی حدیث میں لِاَخِیْہِ اَوْ لِجَارِہٖ (اپنے بھائی یا پڑوسی) کے لئے ہے ۔ اور بخاری کی ایک حدیث میں صرف لِاَخِیْہِ (اپنے بھائی کے لئے) ہے ۔ جو مسلمانوں کے ساتھ خاص معلوم ہوتا ہے ۔ مگر پڑوسی کا لفظ جن حدیثوں میں ہے ۔ ان سے ہر پڑوسی کا حق بھی ثابت ہوگا ۔ اور مسلمان بھائی کا دوگنا اور مسلمان عزیز کا تین گنا ۔

سوال یہ ہے کہ یہ تو بہت دشوار ہے ۔ کہ پڑوسی کے لئے بھی وہ دولت وثروت اور تمام نظام معیشت کا آدمی انتظام کر دے جو اپنے لئے کرتا ہے ۔ تو اس پر عمل کیسے ہو سکتا ہے ۔ جواب یہ ہے کہ حدیث میں ایسے کام کر دینے کا حکم نہیں بلکہ حکم یہ ہے ۔ جو جو اچھی اچھی باتیں اپنے لئے پسند کرتا ہے ۔ وہ اس کے لئے پسند کرے اور یہ اس طرح ہے کہ اس میں کوئی رکاوٹ نہ پیدا کرے اس سے حسد نہ کرے اس سے جلے نہیں بلکہ امداد دیدے ۔

ایک بات یہ بھی حدیث شریف سے سمجھ لینے کی ہے ۔ کہ اگر کسی پڑوسی سے دشمنی ہو رنجش ہو تو ابھی اس کا پڑوس کا حق ساقط نہ ہوگا ۔ آپ اپنی طرف سے تمام حقوق کے ادا کرنے کے ذمہ دار ہیں ۔ اس کی پرواہ نہ کی جائے کہ وہ بھی ادا کرتا ہے ۔ یا نہیں کیونکہ اس کا ذمہ دار وہ ہے ۔ آپ نہیں ۔ یہ وہ راز ہے ۔ جس سے آپس میں کا جنگ وجدل سب ختم ہو جاتا ہے ۔

سب سے بڑے گناہ

وَعَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رضؓ قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اَیُّ الذَّنْبِ اَعْظَمُ قَالَ اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰہِ نِدًّا وَّھُوَ خَلَقَکَ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ اَنْ تَقْتُلَ وَلَدَکَ خَشْیَۃَ اَنْ یَّاْکُلَ مَعَکَ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ اَنْ تُزَانِیَ بِحَلِیْلَۃِ جَارِکَ مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ۔

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہتے ہیں ۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کونسا گناہ سب سے بڑا ہے ۔ فرمایا کہ تم اللہ تعالے کیساتھ شریک ٹھہراؤ حالانکہ اسی نے تم کو پیدا کیا ہے میں نے عرض کیا پھر کون سا فرمایا کہ تم اپنی اولاد کو قتل کر دو اس ڈر سے کہ تمہارے ساتھ کھائے گی ۔ میں نے عرض کیا پھر کون سا فرمایا کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو ۔ بخاری مسلم ۔

حل الفاظ ندّ اصل میں مشابہ کو کہتے ہیں ۔ ذات میں یا کسی صفت میں کسی کو مشابہ قرار دینا ۔ شرک کرنا ہے اور خدا تعالے کے ساتھ شرک کرنا سب سے بڑا گناہ ہے ۔ حلیلۃ حلال کی ہوئی یعنی بیوی ۔

تشریح قرآن شریف میں ہے ۔ وَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰہِ اَنْدَادًا اور تم اللہ تعالے کے لئے مشابہ وشریک مقرر نہ کرو) اس لئے یہ سب سے بڑا گناہ ہے جس کا حکم یہ ہے کہ اللہ تعالے مشرک کو معاف ہی نہ فرمائیں گے ۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ کسی ایک صفت میں بھی کسی بڑے سے بڑے انسان یا فرشتے کو شریک قرار دینا ناقابل معافی گناہ عظیم ہے وَھُوَ خَلَقَکَ حالانکہ اسی نے تم کو پیدا کیا ہے ۔ ایک کھلی دلیل عطا فرما دی ہے ۔ کہ سب جانتے ہیں ۔ تمہارے پیدا کرنے میں کوئی اس کا مشابہ وشریک نہیں ہے ۔ تو دوسری صفتوں میں کیسے شریک ہو سکتا ہے ۔ جب سب سے اوّل کے کام کی صفت میں کوئی شریک نہیں اور میں بھی نہیں اولاد کو قتل کرنے سے قرآن شریف میں منع فرمایا ہے یہاں اس کا درجہ بتایا ہے ۔ کہ شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ ایک تو اس میں مسلمان کا بے گناہ قتل ہے ۔ دوسرے اولاد اللہ تعالیٰ کی امانت ہے ۔ اس امانت میں خیانت ہے ۔ تیسرے رزق اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ رکھا ہے ۔ اس خوف سے کہ کھائے گی ۔ کہاں سے قتل کرنا اللہ تعالیٰ کی رازقیت میں شک کرنا ہے ۔ جو کفر کے قریب ہے ۔ اسی بنا پر آج جو بعض لوگ ضبط تولید کو رواج دے رہے ہیں ۔ وہاں بھی خدا تعالیٰ کی رازقیت پر اعتراض ہے ۔ اس وجہ سے وہ گناہ بن جاتا ہے ۔ اور پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنے سے اس کا درجہ بڑھا ہوا فرمایا گیا اور شرک کے بعد کا اس پر بھی غور کیا جائے ۔ پڑوسی کی بیوی سے زنا میں بھی اوّل تو خود زنا ہی شدید ترین گناہ ہے پھر عورت کو خاوند کے لئے خراب کرنا ہے ۔ اور دوسرے کی طرف دل کو مائل کرنا پھر پڑوسی کے بہت حق ہیں ۔ وہ سب اسی میں فوت کئے جا رہے ہیں ۔ اور پڑوسی تو حقوق کی وجہ سے اس کا امیدوار تھا کہ اس سے ہر تکلیف ومصیبت کو دفع کیا جائے گا ۔ اور اس کے بیوی بچوں سے بھی تکلیف دور کی جائے گی اور ان کی حفاظت ونگرانی کی جائے گی ۔ گویا اس کو سب کے لئے امانت دار قرار دینا تھا ۔ یہ سب کی خیانت ہو گئی اس لئے بہ نسبت اوروں سے یہ سخت ہوگا ۔ دوسرے نسخہ میں یُزَانِیَ کا لفظ ہے یعنی یہ اور پڑوسن دونوں زنا میں مبتلا ہوں ۔

اس میں معلوم ہوا کہ اس کی مرضی میں بھی یہ اتنا ہی سخت جرم ہے ۔



ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

ایڈیٹر: مناظر حسین نظر
ٹیلیفون ۶۷۵۴۵

سالانہ گیارہ روپے
ششماہی چھ روپے

جلد ۱۱ — شمارہ ۴۳

۱۸ ذیقعدہ ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۱ مارچ ۱۹۶۶ء

سنگین بد عہدی

وزیر خارجہ پاکستان مسٹر ذوالفقار علی بھٹو نے اپنے ایک بیان میں اس بات کی تصدیق کی ہے کہ بھارت نے سیالکوٹ سیکٹر میں تین مقامات سے ابھی تک اپنی فوجوں کو پیچھے نہیں ہٹایا۔ اس طرح تادم تحریر پاکستان کا تقریباً ساڑھے چودہ ایکڑ رقبہ بھارتی فوجوں کے قبضہ میں ہے۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ فوجوں کی واپسی کی یہ خلاف ورزی دو لحاظ سے بہت سنگین ہے۔ ایک اس لحاظ سے کہ جو رقبہ اس وقت بھارتی فوجوں کے قبضہ میں ہے وہ فوجی اعتبار سے بہت اہم ہے۔ اور دوسرے یہ کہ بھارت کا یہ اقدام فوجوں کی واپسی کے سمجھوتے سے صریح انحراف ہے۔

اس بیان پر نظر ڈالنے کے بعد فوری طور پر ذہن بھارتی حکمرانوں کے عزائم کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور اندازہ ہو جاتا ہے کہ وہ کن خطوط پر کام کر رہے ہیں ہر شخص جانتا ہے۔ کہ معاہدہ کے مطابق دونوں ملکوں کی فوجوں کو ۲۵ فروری تک مقبوضہ علاقے خالی کر کے اپنی پرانی سرحدوں پر واپس چلے جانا تھا۔ لیکن بھارتی فوجوں نے سیالکوٹ سیکٹر میں اس معاہدے کی صریح اور سنگین خلاف ورزی کر کے شکوک و شبہات اور بدگمانیوں کی مزید نئی راہیں کھول دی ہیں چونڈہ کے قریب یہ رقبہ وہی علاقہ ہے جہاں موجودہ دور کی تاریخ میں ٹینکوں کی سب سے بڑی جنگ لڑی گئی تھی اور جہاں پاکستان کے جیالے اور بہادر سپاہیوں نے اپنے سے چھ گنا زیادہ طاقتور دشمن کو عبرتناک شکست دے کر چونڈہ کو دیوپیکر بھارتی ٹینکوں کا مرگھٹ

(باقی صـ۱۲ پر)

بر سبیلِ شکرِ نعمت

مضطر گجراتی

شاعرِ فطرت ہوں مَیں، گلزار کو میرا سلام
پھول کو میری دعائیں، خار کو میرا سلام

ان کے جلوے ہیں مجھے ناہید و زہرہ سے عزیز
کوہ کو، دریا کو، سبزہ زار کو میرا سلام

کُل جہاں میرا وطن ہے، مَیں رئیسِ فرش ہوں
مہر و مہ کو، ثابت و سیّار کو میرا سلام

بر سبیلِ شکرِ نعمت، بر بنائے اہتزاز
صانعِ قدرت کے ہر شہکار کو میرا سلام

بھول جاتی ہیں کچھ اِن سے زندگی کی تلخیاں
گلشنِ ہستی کے برگ و بار کو میرا سلام

شکر ہے عہدِ سلف کی یاد پھر تازہ ہوئی
ملّتِ بیضا کے ہر کردار کو میرا سلام

موڑتے ہیں مردِ ہی تاریخ کے دھارے کا رُخ
پیکرانِ ہمت و ایثار کو میرا سلام

نقشِ درماندہ کو مڑ کر دیکھتا کوئی نہیں
رہ نوردانِ سبک رفتار کو میرا سلام

میرا فرضِ منصبی ہے ملک و ملّت کا دفاع
مدّعی کہتا رہے "تلوار کو میرا سلام"

مَیں مسلماں ہوں مجھے دستورِ قرآں چاہیئے
ماسوا کے ہر نظامِ کار کو میرا سلام

عصرِ حاضر نے تراشے ہیں نئے لات و منات
عاشقانِ احمدِ مختار کو میرا سلام

زندگی میں حادثوں کے ناگہاں آتے ہیں موڑ
چشمِ بینا کو، دلِ بیدار کو میرا سلام

منتشر ہونے کو ہے سرمایہ داری کا فسوں
قوم کے ہر مفلس و نادار کو میرا سلام

عالمی رائے کو میرے سامنے جھکنا پڑا
پاک فوجوں کو، سپہ سالار کو میرا سلام

وقت نے فکر و نظر کی پاٹ دی گہری خلیج
لیگ کو میرا سلام، احرار کو میرا سلام

جس کی تحریروں میں ہوں محسوس دل کی دھڑکنیں
اُس قلم پرور کو، اُس فنکار کو میرا سلام

جن میں مظلوموں کی آہیں بار پا سکتی نہیں
ایسے محلوں کے در و دیوار کو میرا سلام

مَیں بھی تو مضطر غریبِ شہر کے زمرے میں ہوں
کون پہنچائے بڑی سرکار کو میرا سلام



۹ر ذی قعد ۱۳۸۵ھ بمطابق ۳ر مارچ ۱۹۶۶ء

نیکی پر استقامت کیلئے کثرت سے دعا کرتے رہنا چاہیئے

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی : امّا بعد : فاعوذ باللہ من الشّیطٰن الرّجیم :
بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم :-

ذکر کے بعد قبولیت دعا کا وقت ہوتا ہے۔ ہم انسان ہیں۔ سوائے اس کے کہ ہم اللہ تعالےٰ کے آگے ہاتھ پھیلائیں، گڑگڑا کر اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور دنیا اور آخرت کی بھلائیوں کے لئے دعا کریں اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

حدیث میں آیا ہے کہ عبادت کا مغز اور جوہر دعا ہی ہے۔ سو اللہ تعالےٰ سے کثرت سے دعا کرتے رہنا چاہیئے جو بارگاہِ الٰہی میں دعا کے لئے ہاتھ نہیں اٹھاتا اللہ تعالےٰ اس سے ناراض رہتے ہیں۔

حضرت رحؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے اللہ کے دربار میں جب بھی دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ہیں کبھی خالی واپس نہیں ہوئے۔ میں بچپن سے یہ دعا پڑھا کرتا تھا :-

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۝ (س الفرقان - ع ۴ - پ ۱۹)

ترجمہ : اے ہمارے رب! ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا دے۔

اللہ تعالےٰ نے میری یہ دعا بھی قبول فرما لی اور میری اولاد کو میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنایا۔ ساری عمر میرے اور میری بیوی کے درمیان کبھی کوئی جھگڑا، لڑائی یا شکر رنجی نہیں ہوئی۔ میرے بیٹوں یا بیوی کی وجہ سے میرا دل کبھی میلا نہیں ہوا۔

انسان انسانوں کے آگے ہاتھ پھیلانے سے شرمندہ ہوتا ہے۔ اُسے اللہ تعالیٰ کے آگے ہاتھ پھیلانے چاہئیں اور اپنی دلی مرادیں مانگنی چاہئیں۔ دعا بذاتِ خود عبادت ہے۔ اس کا اجر و ثواب ملے گا۔ اگر دعا ہمارے حق میں مفید ہو گی تو اللہ تعالےٰ ضرور قبول فرمائیں گے۔ اگر قبول نہ ہو تو ہمیں دعا کرنا چھوڑنا نہیں چاہئے۔ وہ مالک و حاکم ہے ہمارے نفع و نقصان کو ہم سے بہتر جانتا ہے۔ اس کے دربار میں دیر ہو سکتی ہے اندھیر نہیں ہے۔ بہرحال ہمیں حکم یہی ہے کہ اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ - (تم مجھے پکارو میں تمہاری پکار کو قبول کروں گا۔

نتیجہ یہ نکلا کہ اللہ کی ذات کے علاوہ کوئی ہماری مدد و نصرت نہیں کر سکتا۔ صرف وہی حاجت روا اور مشکلکشا ہے۔ نفع و نقصان کا مالک بھی وہی ہے۔ رزق اور ہر بھلائی کے خزانے اُسی کے قبضہ میں ہیں۔ تو ہمیں چاہیئے۔ کہ ہر لمحہ اُسی سے اپنی ہر حاجت مانگیں، اسی کے سامنے اپنی مشکلات کو پیش کریں۔ اسی میں ہماری بھلائی اور کامیابی ہے۔

حضرت رحؒ جو دعا پڑھا کرتے تھے، اس کو آپ اپنا معمول بنا لیں۔ اس میں دنیا و آخرت کی بھلائیاں ہیں۔ بالخصوص صالح اولاد کے لئے بہت ہی اکسیر ہے وہ دعا یہ ہے

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ۝

ترجمہ : اے ہمارے رب! ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔ اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا دے۔

جب انسان کا معاملہ اللہ تعالےٰ سے درست ہو جائے۔ تو پھر اس کی کوئی دعا رد نہیں جاتی۔ حضرت رحؒ کو قرآن مجید عکسی شائع کروانے کا بہت شوق تھا۔ تاج کمپنی کے ڈائریکٹر عنایت اللہ صاحب سے خرچ کے بارے میں دریافت کیا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ پچاس ہزار روپے خرچ آئیں گے حضرت رحؒ نے مکہ میں دعا کی۔ کہ "یا اللہ! قرآن مجید عکسی چھپ جائے"۔ جب مکہ سے واپس آئے تو ایک دن دو آدمی کراچی سے حضرت رحؒ کو ملنے کے لئے آئے۔ ملاقات کے بعد انہوں نے حضرت رحؒ سے کسی خدمت اور کام کے لئے پوچھا۔ تو حضرت رحؒ نے فرمایا۔ کہ میری خواہش ہے کہ قرآن مجید عکسی چھپ جائے۔ انہوں نے خرچ کے متعلق پوچھا تو فرمایا کہ تقریباً پچاس ہزار روپے خرچ ہوں گے۔ اتنا پوچھ کر وہ چلے گئے۔ حضرت رحؒ فرمایا کرتے تھے کہ وہ آدمی مجھے پہلی مرتبہ ہی ملے تھے۔ میں نے انہیں پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ خدا کی قدرت دیکھیں پانچ سات دن کے بعد انہوں نے پچاس ہزار روپے بھیج دئے اور اللہ کے فضل و کرم سے قرآن مجید عکسی شائع ہو گیا۔ یہ ہے اللہ والوں کی دعاؤں کا اثر۔ اُن کے ہاتھ کبھی خالی نہیں جاتے۔

حضرت رحؒ فرمایا کرتے تھے کہ خدا کو راضی کرنا بہت آسان ہے۔ خلقِ خدا کو راضی کرنا مشکل ہے۔ یہ کبھی راضی نہیں ہو گی۔ اگر مخلوق کو اپنا گوشت کاٹ کر کھلا دو تو کوئی کہے گا کہ نمک تیز ہے۔ کوئی یہ کہے گا کہ گوشت کچا ہے۔ کوئی کچھ نقص نکالے گا اور کوئی کچھ۔ غرض ساری مخلوق خوش کبھی نہیں ہو گی۔ فقط ایک ذات باری تعالےٰ ہے جس کو راضی و خوش کرنا آسان ہے۔ آپ ہزار گناہ کریں۔ بار بار کریں۔ لیکن جب بھی آپ سچّے دل سے بارگاہِ الٰہی میں ہاتھ اٹھائیں گے آپ کے سارے گناہ معاف کر دئے جائیں گے۔ وہ ذات بہت غفور رحیم ہے، درگذر کرنے والی ہے۔

اُس کے دربار میں ہم ذکر کرنے کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔ ہمیں شکر کرنا چاہئے کہ اس نے یہاں آنے کی توفیق دی ہے۔ یہ محض اللہ کا فضل و احسان ہے۔ اس پر استقامت کی دعا کثرت سے کرنا چاہیئے۔ خوفِ خدا بھی دل میں رکھنا چاہیئے۔ ہر وقت

[illegible] صـ ۶ [illegible]



۱۰ ذی قعد ۱۳۸۵ھ مطابق ۴ مارچ ۱۹۶۶ء

اطاعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر ایمان کی تکمیل نہیں ہوتی !

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ العالی

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ : امّابعد : فاعوذ باللہ من الشّیطٰن الرجیم :
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ج فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ○

(پ ۳ - س آل عمران - آیت ۳۱-۳۲)

ترجمہ: کہہ دو اگر تم اللہ کی محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو تاکہ تم سے اللہ محبت کرے اور تمہارے گناہ بخشے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ کہہ دو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرو پھر اگر وہ منہ موڑیں تو اللہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔

حاشیہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ

یعنی اگر دنیا میں آج کسی شخص کو اپنے مالکِ حقیقی کی محبت کا دعویٰ یا خیال ہو تو لازم ہے کہ اُس کو اتباعِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسوٹی پر کس کر دیکھ لیا جائے سب کھرا کھوٹا معلوم ہو جائے گا۔ جو شخص جس قدر حبیب خدا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ چلتا اور آپؐ کی لائی ہوئی روشنی کو مشعلِ راہ بناتا ہے اُسی قدر سمجھنا چاہیئے کہ خدا کی محبت کے دعوے میں سچا اور کھرا ہے۔ اور جتنا اس دعوے میں سچا ہوگا اتنا ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں مضبوط و مستعد پایا جائے گا۔ جس کا پھل یہ ملے گا کہ حق تعالیٰ اس سے محبت کرنے لگے گا اور اللہ کی محبت اور حضورؐ کے اتباع کی برکت سے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے اور آئندہ طرح طرح کی ظاہری و باطنی مہربانیاں مبذول ہوں گی۔ گویا توحید وغیرہ کے بیان سے فارغ ہو کر یہاں سے نبوّت کا بیان شروع کیا گیا۔ اور پیغمبر آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی دعوت دی گئی۔

یہود و نصاریٰ کہتے تھے۔ نحن ابناءُ اللہ واحباءُہ (ہم خدا کے بیٹے اور محبوب ہیں) یہاں بتلا دیا گیا کہ کافر کبھی خدا کا محبوب نہیں ہو سکتا۔ اگر واقعی محبوب بننا چاہتے ہو تو اس کے احکام کی تکمیل کرو۔ پیغمبرؐ کا کہا مانو اور خدا کے سب سے بڑے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پہ چلے آؤ۔

حاصل

یہ نکلا کہ اللہ تعالےٰ سے محبت کرنے کا معیار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت اور مکمل پیروی میں ہے۔ اللہ کے نبیؐ کا منکر خدا کا محبوب ہرگز نہیں ہو سکتا اور جو کوئی اللہ کا محبوب بننا چاہتا ہے اُس کے لئے لازم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کرے۔

بزرگانِ محترم ! ان آیاتِ مبارکہ میں اللہ رب العزّت نے اپنے محبت کرنے والے عاشق بندوں پر واضح فرما دیا ہے کہ اگر میری محبّت کا دعوےٰ کرتے ہو تو میرے حبیبؐ کی پیروی کرو۔ اس کے نتیجہ میں خود میں تم سے محبت کرنے والا بن جاؤں گا۔ اور تمہاری خطاؤں سے درگذر کروں گا۔ لیکن یاد رکھو! اگر تم نے میری اور میرے رسولؐ کی اطاعت نہ کی تو تمہارا شمار منکروں میں ہوگا اور میرا دستور یہ ہے کہ میں انکار کرنے والوں کو ہرگز دوست نہیں رکھتا۔ چنانچہ منکرین ہر لحاظ سے خائب و خاسر رہیں گے۔

ایمان کی تکمیل رسولؐ کی اطاعت کے بغیر نہیں ہوتی

قولہٗ تعالےٰ :- فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○ (پ ۵ - س النساء - آیت ۶۵)

ترجمہ: سو آپ کے رب کی قسم ہے یہ کبھی مومن نہیں ہوں گے جب تک کہ اپنے اختلافات میں تجھے منصف نہ مان لیں۔ پھر تیرے فیصلہ پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں۔ اور خوشی سے قبول کریں۔

دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے :-

مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ۔

ترجمہ: جب خدا اور اس کا رسولؐ کسی معاملہ کا فیصلہ کر دیں تو کسی مومن مرد یا عورت کو پھر اپنے معاملہ میں کوئی اختیار باقی نہ نہیں رہتا۔

حاصل

یہ نکلا کہ مومن کے لئے اللہ اور اس کے رسولؐ کا فیصلہ آخری اور حتمی ہونا چاہیئے۔ اور اس کے آگے صدقِ دلی سے سرِ تسلیم خم کر دینا ہی ایمان کی نشان ہے۔ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو قولِ فیصل تسلیم نہیں کرتا۔ وہ قرآن کی زبان میں ایمان سے عاری اور اسلام سے خارج ہے حتیٰ کہ تکمیلِ ایمان کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ اپنے مخالف بھی ہو تو اُس سے دل میں گھٹن اور تنگی محسوس نہ ہو۔ دوسرے لفظوں میں ایمان کی تکمیل صرف اُسی صورت میں ہو سکتی ہے جبکہ ہر معاملہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حَکَم بنایا جائے۔ باہمی اختلافات کی صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے فیصلے کو اور اُن کے اقوال و افعال کو ناطق سمجھا جائے اور دل میں بھی اس کے خلاف تنگی محسوس نہ ہو بلکہ انقیاد و تسلیم رگ رگ میں سما جائے۔

حدیث کی شہادت

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ۔ (رواہ فی شرح السنۃ)

ترجمہ: عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (پورا) مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ اُس کی خواہشات اُس چیز کے تابع نہ ہو جائیں جس کو میں خدا کی طرف سے لایا ہوں۔

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ "ماجئت بہٖ" میں قرآن مجید اور احادیث دونوں چیزیں آتی ہیں۔ گویا اس تشریح سے مطلب اس حدیث پاک کا یہ ہوگا کہ ایمان کا کمال یہ ہے کہ کتاب و سنت کی متابعت میں ویسی ہی لذت محسوس ہونے لگے۔ جیسی طبعی مرغوبات میں محسوس ہوتی ہے مثال کے طور پر ارکان اسلام اور احکام شریعت کی وقت پر ادائیگی کی اسی طرح خواہش پیدا ہو جائے جس طرح سردی میں گرم کپڑے اور سخت پیاس کے وقت ٹھنڈے پانی کی ہوتی ہے

نتیجہ

بہرحال اس حدیث پاک سے بھی یہی نکلا کہ مومن کو اپنا ہر معاملہ برضا و رغبت اور خوشی کے ساتھ کتاب و سنت کے سپرد کر دینا چاہئے۔ اور شریعت کے ہر فیصلے کو بطیب خاطر قبول کرنا چاہئے۔ پھر اسی پر بس نہیں بلکہ شریعت مومن کی طبیعت ثانیہ بن جائے کہ یہی ایمان کامل کی بڑی علامت ہے۔

بزرگان محترم! ہم سب یہاں کتاب و سنت کی تعلیمات سننے اور اپنی اصلاح حال کے لئے جمع ہوتے ہیں۔ پس اللہ تعالےٰ سے دعا کیجئے کہ وہ ہمیں اپنا اور رسول اللہ علیہ وسلم کا ہر حکم بے چون وچرا ماننے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہمارے دل پوری طرح کتاب و سنت کے تابع ہو جائیں —— یاد رکھیئے!

دین کا منبع کتاب و سنت ہیں۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:-

عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ رَسُوْلِهٖ (رواہ فی الموطا)

ترجمہ: حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے بطریق مرسل روایت ہے —— کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک تم ان کو مضبوط پکڑے رہو گے گمراہ نہ ہو گے (وہ دو چیزیں یہ ہیں) اللہ تعالےٰ کی کتاب (قرآن مجید) اور اس کے رسول کی سنت۔

ظاہر ہے کہ جب تک ہم کتاب و سنت کی روشنی میں سفر حیات طے کرتے رہیں گے گمراہ نہیں ہوں گے اور راہِ ہدایت پر چلتے رہیں گے۔ لیکن جب ہم نے ان دونوں میں سے کسی ایک نور سے رُوگردانی کر لی تو ہمارا بھٹک جانا اور ایمان سے محروم ہو جانا یقینی ہے۔

کتاب وسنّت کو پکڑے رہنے کا مطلب

یہ ہے کہ اللہ کی کتاب پر عمل کیا جائے

(باقی ص۱۸ پر)

بقیہ: مجلس ذکر

گناہ سے باز رہیں اور ذکر و عبادت میں کثرت سے مشغول رہیں۔ دعاؤں کو لازمی جانیں۔ اور ذکر اللہ کو اپنا معمول بنا لیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ دین کے بارے میں اپنے سے اوپر اور دنیا کے بارے میں نیچے کو دیکھو کہ فلاں شخص تہجد پڑھتا ہے اور میں نہیں پڑھتا تو اب میں بھی تہجد کی نماز پڑھا کروں گا۔ فلاں تلاوت قرآن کرتا ہے۔ ہر مہینے ۳ روزے رکھتا ہے تو میں بھی تلاوت قرآن کروں گا، اور ہر مہینے ۳ روزے ایام بیض کے رکھا کروں گا۔ اسی طرح انسان نیکی کے کاموں میں اوپر دیکھ کر بڑھتا چلا جائے۔ نیکی کے کاموں میں زیادتی ہونی چاہئے۔ کمی ہرگز واقع نہ ہونی چاہئے۔

دنیا کے معاملہ میں اپنے سے نیچے کو دیکھیں کہ خدا کا شکر ہے کہ مجھے چھوٹا موٹا مکان دیا ہے، روکھی سوکھی کھانے کو دی ہے۔ فلاں شخص کے پاس تو سر چھپانے کو جگہ نہیں۔ فلاں کو تو ایک وقت کی روٹی کھانا نصیب نہیں۔ یہ کبھی نہیں سوچنا چاہئے۔ کہ فلاں کے پاس کار ہے، کوٹھی ہے، نوکر ہیں تو میرے پاس بھی یہ ساری چیزیں ہونی چاہئیں بلکہ ہر حالت میں اللہ کا شکر بجا لا کر عبادت و ذکر میں لگے رہنا چاہئے۔ آج الٹا حساب ہے راتوں رات مالدار اور دولت مند بننا چاہتے ہیں۔ اسی لئے قتل و غارت، چوری ڈکیتی، رشوت ستانی اور بے ایمانی و بددیانتی بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ انسان ہر جائز و ناجائز طریقہ سے دولت حاصل کر کے دوسروں کے برابر بننا چاہتا ہے۔ چاہے ایمان کی دولت لٹ جائے۔ اس کی پروا نہیں۔ بس دولت چاہئے۔ دنیا فانی کے چار دن کی عیش و عشرت کے لئے اپنا ایمان و اسلام ختم کر لیتا ہے۔ یہ کتنے افسوس کا مقام ہے۔ آپ حضرات ہر وقت اللہ کی بارگاہ میں جھکے رہیں خوب کثرت سے اپنے ایمان و اسلام کی حفاظت کی دعا مانگتے رہا کریں۔

حضرت مدنیؒ فرمایا کرتے تھے کہ یہ سب اللہ کا فضل ہے اور حضرت شیخ الہندؒ کی جوتیوں کا صدقہ ہے کہ حسین احمد درس حدیث دے رہا ہے۔ ورنہ مجھ گنہگار اور سیہ کار کی کیا مجال ہے کہ درس حدیث دوں —— یہ اس اللہ والے کا کہنا ہے جس نے ۱۳ر سال مسجد نبویؐ میں درس حدیث دیا۔ اور جس کے بارے میں حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ ساری دنیا میں اُس دور میں حضرت مدنیؒ کے مقام کا کوئی آدمی نہیں۔ یہ وہی حضرت مدنیؒ ہیں جن کی تہجد کی نماز کبھی قضا نہیں ہوئی۔ یہ وہی حضرت مدنیؒ ہیں جنہوں نے حق کے لئے جیلوں میں جانا منظور کیا۔ یہ وہی حضرت مدنیؒ ہیں جن کے درس حدیث میں بڑے بڑے علماء بیٹھا کرتے تھے۔ ان کا اوڑھنا بچھونا دین تھا اور رزاق اللہ کی ذات تھی۔ اُن کی ساری زندگی اللہ کے دین کی خدمت کے لئے تھی۔ اور حالت یہ کہ اپنے آپ کو سب سے زیادہ گنہگار اور سیہ کار سمجھتے تھے اور اپنے نام کے ساتھ ننگِ اسلاف لکھتے تھے —— میں یہ اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ کہیں ہم یہ سوچنے نہ لگ جائیں کہ ہم ذکر و عبادت کر کے بڑے نیک ہو گئے ہیں۔ اور نیکی اور ذکر کے ذوق و شوق پر غرور و گھمنڈ نہ کرنے لگ جائیں۔ آپ حضرات پر اللہ کا خاص فضل و رحمت ہے۔ خوب ذکر اللہ اور استغفار کی دعا کرتے رہیں اور اپنے نفس کو ذلیل کرتے رہیں۔ غرور و تکبر کو قریب تک نہ آنے دیں۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو عمل صالحہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

مولانا احمد علی لاہوریؒ

• ایک شخصیت • ایک انجمن • ایک ادارہ

تحریر:- حمید اصغر نجید

۲۳ر فروری - اہل اسلام کے لئے ماتم کی تاریخ ہے اس تاریخ کو نامور فرزند توحید حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ اس دار فانی سے انتقال کر گئے - رمضان المبارک کا مہینہ اور جمعہ کا روز سعید تھا - ابھی سورج اپنا پہلا نصف سفر طے کر ہی رہا تھا کہ حضرت مولانا احمد علیؒ کی طبیعت خراب ہو گئی - خرابی پیٹ میں واقع ہوئی تھی - نماز جمعہ تک افاقہ ہوا - نماز تو پڑھ لی مگر پڑھا نہ سکے - عصر کی نماز اپنی چارپائی ہی پر ادا کی - مغرب کے وقت طبیعت بہت بگڑ چکی تھی - لیکن عین وقت پر تھوڑا سا سنبھالا ملا - تو آپ نے نماز ادا کی - پھر طبیعت بہت ہی زیادہ بگڑ گئی - عشاء کے وقت غشی کا عالم تھا کچھ دیر کے لئے جب معمولی سا آفاقہ ہوا تو حضرت جی کو نماز کی فکر دامنگیر ہوئی کہ کہیں قضا نہ ہو جائے - چنانچہ بستر مرگ ہی پر عشا کی نماز ادا کرنی شروع کر دی - سر بارگاہ الٰہی میں جھکا ہوا تھا کہ روح جسم کا ساتھ چھوڑ گئی -

انا للہ وانا الیہ راجعون

آخری سفر انتقال رات کے ۱/۲ ۹ بجے ہوا نصف شب تک آپ کو غسل دیا گیا - جانے یہ خبر پورے شہر میں جنگل کی آگ کی طرح کس طرح پھیل گئی کہ رات بھر میں ہزاروں عقیدت مند جمع ہو گئے - فجر ہوئی تو حضرت جی کے حکم کے مطابق جماعت کے بعد قرآن مجید کا درس شروع ہوا - جو شخص بھی موجود تھا - اشک بار چہرے کے ساتھ اللہ کا کلام سن رہا تھا - دن چڑھا تو اطراف واکناف سے لوگ آنا شروع ہو گئے - بعد دوپہر جنازہ اٹھایا گیا - اور جس وقت آپ کا جنازہ شہر کی بڑی شاہراہوں سے گزرا تو لاکھوں انسانوں نے آپ کا دیدار کیا کیوں کہ آپ کا چہرہ مبارک کھلا رکھ دیا تھا - جب نماز جنازہ پڑھائی گئی تو حاضری دو لاکھ کے قریب تھی - اور جب نعش کو لحد میں اتارا گیا تو ساڑھے چھ بج رہے تھے - یعنی افطاری ہو رہی تھی لاکھوں انسانوں نے اسی جگہ افطاری کی، نماز ہوئی دعا پڑھی اور سب لوگ فرط غم سے نڈھال اپنے گھروں کو واپس آ رہے تھے - ان میں کم و بیش ایک ہزار علماء کرام ہی تھے، ہر شخص دوسرے کو تسلی دے رہا تھا - اور خود غم سے بے حال ہوا جا رہا تھا - عجیب عالم تھا، لاہور کی فضا نے یہ منظر کبھی نہ دیکھا تھا - یہ ایک مرد مومن کا جنازہ تھا - جس نے ۴۲ برس تک منبر رسول پر کھڑے ہو کر اعلائے کلمۃ الحق بلند کیا تھا - اب اس نے اس دار فانی سے منہ موڑ لیا تھا - اس لئے ہر شخص کو کچھ اس طرح محسوس ہو رہا تھا گویا اس کا ذاتی نقصان ہو گیا ہو اس حالت میں صبر کے لئے صرف یہ آیت سہارا تھی -

کل نفس ذائقۃ الموت

ہر جاندار نے ایک نہ ایک دن موت کا مزا چکھنا ہے - کسی نے پہلے اور کسی نے بعد میں ہماری دیکھتی آنکھوں میں کیا کچھ نہیں ہو گیا - سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ چلے گئے - سید داؤد غزنویؒ نہ رہے - عنایت اللہ خاں مشرقیؒ رخصت ہو گئے - حضرت لاہوری بھی تو اسی قافلہ حریت کے حدی خواں تھے کیا کیا جائے موت سے کس کو رستگاری ہے -

رہ رہ کر بس ایک ہی خیال شعر کی صورت میں سامنے آتا ہے کر

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
وہ تو نے گنج ہائے گراں مایہ کیا کئے

مادی ترقی روحانی تنزل زمانہ ترقی پذیر ہے - لیکن یہ مادی ترقی ہے اور مادی ترقی ہو تو روحانی تنزل ہوتا ہے - پیر بخاریؒ نے آنکھیں موندیں تو سارقین نبوت نے کھل کھیلنا شروع کر دی - حضرت غزنویؒ گئے - تو منکرین حدیث نے سر اٹھانا شروع کر دیا - علامہ مشرقیؒ نہ رہے تو مسلمانوں میں عسکری جذبہ بیدار کرنے والی روح ہی گویا غائب ہو گئی اور حضرت مولانا احمد علیؒ عدم آباد سدھارے تو تفسیر قرآن میں سست روی آ گئی -

ابتدائی تعلیم یہ ۸۲ برس پہلے کی بات ہے - رمضان المبارک شروع ہو چکا تھا - دن جمعہ ہی کا تھا - سن ہجری ۱۳۰۴ھ تھا کہ ضلع گوجرانوالا کے گکھڑ ریلوے سٹیشن سے چار میل دور قصبہ جلال میں انوار الٰہی کی بارش شروع ہوئی - ایک نومسلم کے گھر لڑکا پیدا ہوا جب یہ نومولود چار پانچ سال کا ہوا تو اس کی والدہ نے اسے قرآن مجید پڑھایا، پھر قریب کے ایک قصبہ تلونڈی کھجور والی میں تعلیم حاصل کرنا شروع کی - پانچویں جماعت تک اسی سکول سے امتحان پاس کیا ازاں بعد گوجرانوالا کی جامع مسجد کے خطیب مولانا عبد الحق سے فارسی زبان کی تعلیم حاصل کی - اسی اثناء میں دیوبند سے فارغ التحصیل ہو کر حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ تشریف لے آئے - جو اسی ہونہار طالبعلم کے والد سے قرابت داری رکھتے تھے - ان کے والد نے اپنا بچہ آپ کے د حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے سپرد کر دیا - اس وقت اس لڑکے کی عمر صرف نو سال تھی -

بچپن سے جوانی تک حضرت سندھیؒ اسے اپنے ساتھ سندھ لے آئے پھر آپ امروٹ شریف آئے - جہاں قطب الاقطاب حضرت مولانا سید تاج محمود امروٹیؒ نے اس ہونہار بچے کے لئے دعا کی - اس کے بعد حضرت سندھیؒ اس بچے کو اللہ کے ایک انتہائی برگزیدہ شخص حضرت غلام محمد دین پوریؒ کے پاس لے آئے آپ نے اس بچہ کو دیکھا تو از خود اسے بیعت کر لیا - اس طرح یہ بچہ حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کی زیر نگرانی دو اولیاء (حضرت دین پوری اور حضرت امروٹی) کی زیر سرپرستی پروان چڑھنے لگا - اتنے میں آپ کے والد کا انتقال ہو گیا - حضرت دین پوریؒ نے آپ کی والدہ کا نکاح حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ سے پڑھا دیا - اس طرح حضرت سندھیؒ اب نہ صرف آپ کے سرپرست بلکہ آپ کے سوتیلے باپ بھی تھے - لیکن کچھ ہی عرصہ بعد ان کی والدہ کا انتقال ہو گیا - اس دوسری شادی میں آپ کے بطن سے کوئی اولاد نہ ہوئی - وقت گزرتا گیا، یہ بچہ انتہائی مشقت سے کام کرتا رہا - مولانا سندھیؒ سخت طبیعت تھے - وہ اس لڑکے سے بہت مشقت لیتے تھے - حتیٰ کہ جوانی آئی اور جب جوانی آئی تو حضرت سندھیؒ نے اپنی پہلی بیوی (جس کے انتقال کے بعد حضرت دین پوریؒ کے حکم پر آپ نے دوسری شادی کی تھی) کی صاحبزادی سے اس نوجوان کی شادی کر دی - اس سے ایک لڑکا بھی تولد ہوا - لیکن ساتویں روز انتقال کر گیا اور دو روز بعد بیوی بھی اپنے بیٹے کی تلاش میں ان دیکھی دنیا میں چلی گئی - اس کے کچھ عرصہ بعد اسی نوجوان کی دوسری شادی دار العلوم دیوبند کی مسجد میں ایک نیک نفس انسان کی صاحبزادی سے ہوئی نکاح حضرت شیخ الہند محمود الحسن نے پڑھایا یہ دوسری شادی کامیاب رہی - اللہ تعالیٰ نے اس نوجوان کا گھر پوری طرح آباد کیا - یہ نوجوان جو بیس بائیس سال سے گردش روزگار کی چکی میں پستا رہا احمد علی ہی تھا جسے دنیا حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے نام سے یاد کرتی ہے - ؏

نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا

ریشمی خطوط کی تحریک بیسویں صدی کا آغاز ہندوستان کی تاریخ کا اہم ترین باب ہے - اہل اسلام فرنگیوں کے مظالم سے عاجز آ چکے تھے - اور وہ ہر قیمت ان سے گلو خلاصی کرانا چاہتے تھے - یہ لاوا اندر ہی اندر پکتا رہا حتیٰ کہ جب ۱۹۱۲ میں انگریزوں نے بلقان کے عیسائیوں کو شہ دے کر حکومت ترکی کے خلاف ظلم و ستم کا نیا باب کھولا - تو برصغیر کے مسلمانوں کا اضطراب بڑھ گیا - جب انگریزوں نے ان بے قابو جذبات کو دیکھا تو کانپور میں مسجد شہید کرا دی تاکہ مسلمانوں کی توجہ ترکی سے ہٹ کر ہندوستان ہی کی سیاست میں الجھی رہے، مسلمانوں نے اس مسجد کے لئے اپنے خون سے سڑکوں کو رنگین کر دیا اور ساتھ ساتھ حکومت ترکی کی مدد کے لئے بھی تحریک جاری رکھی - دراصل مسلم علماء کرام شاطر انگریزوں کی چالوں سے بے خبر نہ تھے - انہوں نے پہلے ہی دیوبند میں جمعیۃ الانصار اور دہلی میں نظارۃ المعارف قائم کر رکھی تھی - حضرت شیخ الہندؒ نگران تھے - مولانا عبید اللہ سندھی دہلی میں تحریک کے قائد تھے - جب جنگ بلقان شروع ہوئی تو حضرت شیخ الہندؒ نے حضرت سندھیؒ کو کابل بھجوا دیا، جب آپ کابل جانے لگے تو آپ نے نظارۃ المعارف کی کمان اپنے داماد حضرت مولانا احمد علیؒ کے سپرد کر دی - حضرت شیخ الہند کی مساعی سے غازی انور پاشا اور حجاز کے گورنر غالب پاشا کی حمایت حاصل

ہوگئی۔ ان اکابر نے افغانستان اور آزاد قبائل سے انگریزوں کے استبداد کے خلاف جہاد کی اپیلیں جاری کیں۔ پیغامات کی ترسیل ریشمی رومالوں کے ذریعہ ہوئی۔ ایک تحریر اگست ۱۹۱۴ء میں پکڑی گئی۔ جس پر برطانیہ نے اسے ریشمی خطوط کی سازش قرار دیا۔ اس تحریک کے بے نقاب ہوتے ہی حکومت برطانیہ نے برصغیر کی ان تمام ممتاز شخصیتوں کو گرفتار کر لیا جو اس تحریک سے وابستہ تھیں۔ ان میں حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے علاوہ ان کے دونوں مرشد حضرت دین پوریؒ حضرت امروٹیؒ بھی تھے۔ مولانا احمد علیؒ کو ڈپٹی کمشنر جالندھر کے روبرو پیش کیا گیا۔ اس نے آپ کو راہوں میں نظر بند کر دیا ازاں بعد آپ کو لاہور منتقل کر دیا گیا۔ پھر ضمانت پر آپ کو رہا کر دیا گیا۔ لیکن حکم یہ دیا گیا کہ آپ صرف لاہور میں ہی اقامت رکھیں گے۔ یہ ۱۹۱۷ کا واقعہ ہے۔ آپ کو مجبوراً لاہور ہی اقامت اختیار کرنی پڑی۔ یہ مجبوری بھی رنگ لائی اور حضرت مجدد الف ثانیؒ نے لاہور کو مرکز اشاعت دین اسلام بننے کی جو نوید سنائی تھی وہ بھی پوری ہوگئی۔ آپ نے قرآن حکیم کا درس دینا شروع کیا۔ آپ کی زبان میں اللہ تعالیٰ نے عجیب تاثیر دی تھی۔ ہر روز آپ کے عقیدت مند بڑھتے جاتے تھے۔

ہندوستان سے ہجرت

حضرت مولانا احمد علیؒ کے پاؤں ابھی لاہور میں پوری طرح جمنے بھی نہ پائے تھے کہ کابل کے امیر امان اللہ خاں نے انگریزوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا اور ہندوستان کے مسلمانوں کو ہندوستان سے ہجرت کرکے افغانستان آنے کی دعوت دی۔ حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ حضرت مولانا شیخ الہندؒ کے حکم کی تعمیل میں پہلے ہی کابل میں مقیم تھے۔ چنانچہ حضرت مولانا احمد علیؒ بھی ہجرت کرکے افغانستان چلے گئے۔ تقریباً بیس ہزار مسلمانوں نے ہجرت کی۔ صوبہ سرحد کے لوگوں نے ان ہجرت کرنے والے مسلمانوں کی دل کھول کر مدد کی۔ جب یہ مہاجرین افغانستان پہنچے تو وہاں کی حکومت نے بھی خوب پذیرائی کی۔ لیکن کچھ ہی عرصہ بعد جذبات سرد پڑ گئے۔ مہاجرین میں بددلی پھیلنا شروع ہوئی۔ اکثر مہاجرین مالی طور پر کھوکھلے ہو چکے تھے۔ حالات نامساعد ہوتے گئے۔ حتیٰ کہ مہاجرین بھوکوں مرنا شروع ہو گئے۔ امیر امان اللہ نے ہجرت کا معاملہ غالباً اس لئے شروع کیا تھا کہ انگریز جھک جائیں گے۔ چنانچہ انگریز جھک گئے اور امیر امان اللہ سے "صلح" کر لی۔ لیکن شرط یہ عائد کی کہ وہ مہاجرین کو اپنے ملک سے نکال دیں گے، چنانچہ امیر امان اللہ نے مہاجرین کو اپنے گھر واپس لوٹ جانے کے لئے کہا۔ جس سے علماء کرام نے بھی فتویٰ دیا کہ اب جب کہ افغانستان ایسا اسلامی ملک بھی غیر اسلامی حکومت برطانیہ کے نقشِ قدم پر چل رہا ہے۔ اس لئے افغانستان اور ہندوستان میں کوئی فرق باقی نہیں رہا اس طرح مہاجرین کی واپسی شروع ہوگئی۔ لیکن اس وقت تک مہاجرین کی ایک بڑی تعداد بھوک اور افلاس کے ہاتھوں دم چھوڑ چکی تھی۔ کچھ مہاجرین راستے ہی میں انتقال کر گئے۔ بہت کم تعداد میں مہاجرین واپس ہندوستان پہنچ سکے۔ یہاں انگریزوں نے دوسری چال چلی کہ ان مہاجرین کی پشاور ہی میں خوب خاطر تواضع کی۔ پھر انہیں ان کے گھروں تک بھی سرکاری خرچ پر پہنچا دیا۔ اس سے مسلمان امیر امان اللہ خاں کی حکومت سے اور بھی بدظن ہو گئے۔ بہر حال ہجرت کی تحریک ختم ہوگئی۔

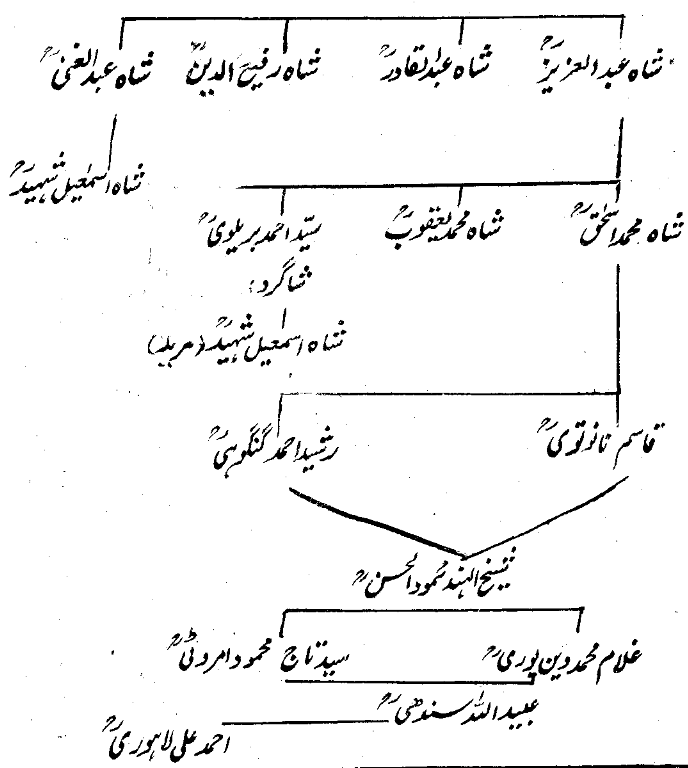
تدریس قرآن

حضرت مولانا احمد علی کابل سے واپس لاہور تشریف لے آئے۔ یہاں آتے ہی آپ نے کچھ عرصہ بعد ۱۹۲۲ء میں انجمن خدام الدین کی داغ بیل ڈالی۔ جب معاملہ کچھ اور آگے بڑھا تو ۱۹۲۴ء میں مدرسہ قاسم العلوم قائم کر دیا فرصت کے وقت تصنیف و تالیف کا سلسلہ بھی شروع کر دیا جو تاحین حیات جاری رہا۔

۱۹۵۳ء میں جب پاکستان میں تحریک تحفظ ختم نبوت شروع ہوئی تو حضرت مولانا احمد علی نے اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، آپ کی گرفتاری بھی عمل میں آئی اور دوسرے علماء کے ساتھ آپ کی گرفتاری بھی عمل میں آئی۔ اور دوسرے علماء کے ساتھ آپ کو ملتان جیل میں رکھا گیا۔ مگر جب ملک فیروز خاں برسرِ اقتدار آئے تو آپ کو لاہور جیل میں منتقل کر دیا گیا۔ ازاں بعد آپ کو رہا کر دیا گیا۔ رہائی کے بعد آپ نے پھر درس قرآن کا سلسلہ شروع کر دیا۔

قرآن مجید سے حضرت جیؒ کو عشق تھا۔ آپ قرآن مجید کا درس بلاناغہ دیتے۔ ایک دن صبح جب آپ درس دے رہے تھے تو آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا حبیب اللہ نے آپ کے کان میں کچھ کہا اور چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد آکر پھر کچھ کہا۔ اور چلے گئے۔ تیسری مرتبہ پھر ایسا ہی کیا۔ حضرت جیؒ نے درس جاری رکھا اور جب معمول کے مطابق درس دے چکے تو پھر نمازیوں کو پتہ چلا کہ آپ کے صاحبزادے نے آکر یہ بتایا کہ آپ کی بیٹی بیمار ہے دوسری مرتبہ یہ بتایا کہ بچی کی حالت نازک ہے۔ اور تیسری مرتبہ یہ بتایا کہ بچی کا انتقال ہوگیا ہے مگر آپ قرآن مجید کا درس دیتے رہے ــــ!

یہ ہے قرآن مجید سے عشق یہ تو خیر اس وقت واقعہ ہوا۔ جب



آپ درس دے رہے تھے۔ دوسرا واقعہ یہ ہے کہ آپ حسبِ معمول قرآن کا درس دینے کے لئے تشریف لائے۔ پورے اطمینان کے ساتھ قرآن کا درس دیا اور جب درس ہو چکا تو پھر پتہ چلا کہ آپ کی بیٹی مر چکی ہے۔ اس کی میت گھر پڑی ہے اور آپ اس میت کو چھوڑ کر قرآن مجید کا درس دینے کے لئے تشریف لائے تھے۔

قرآن مجید کے اسی عشق کا نتیجہ ہے کہ آپ نے قرآن مجید کی اردو زبان میں جو تفسیر "قرآن عزیز" کے نام سے لکھی ہے۔ وہ مسلمانوں میں بے حد مقبول ہوئی ہے۔ آپ نے اہم دینی امور پر بھی ۴۴ پمفلٹ تحریر کئے۔ ان کے علاوہ آپ ہر جمعہ کو جو خطبہ دیتے اور ہر جمعرات کو مجلس ذکر میں جو وعظ فرماتے انہیں آٹھ آٹھ جلدوں میں شائع کیا۔

صدقات جاریہ

حضرت مولانا احمد علیؒ نے اپنی زندگی میں مسجدیں بھی بنوائیں، جو مسجد فیض باغ میں بنوائی۔ اس کا متولی اپنے چھوٹے بیٹے حافظ حمید اللہ کو بنا دیا۔ سب سے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب مدینہ منورہ چلے گئے۔ جہاں وہ گزشتہ ۱۷-۱۸ سالوں سے قرآن و حدیث پڑھاتے ہیں۔ منجھلے بیٹے حضرت مولانا عبید اللہ انور پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی فضل ہے۔ ان کو اپنا جانشین مقرر کیا اور اپنی چھوٹی بیٹی عائشہ کی اپنے بیٹوں کی طرح اپنی حیات ہی میں شادی کر دی، یہ اولاد صالحہ بھی حضرت کے صدقات جاریہ میں سے ہے۔

خالق حقیقی سے وصال

درس قرآن کے ذریعہ ۴۲ برس تک یہ عظیم انسان اللہ کا کلام لوگوں تک پہنچاتا رہا، آخر وہ گھڑی آگئی جب انسانی زندگی کا رشتہ منقطع ہو جاتا ہے۔ موت برحق ہے۔ چنانچہ ۲۳ر فروری ۱۹۶۲ کو رات کے ۹ ½ بجے آپ نے داعئ اجل کو لبیک کہا۔ زمانے پر رات نے دبیز پردے ڈال رکھے تھے کہ علم و عرفان کی دنیا میں تاریکی پھیل گئی۔ ہر شخص ہکا بکا رہ گیا۔ یہ اچانک وفات ایک ایسی خبر تھی جس پر کوئی یقین نہ کر رہا تھا۔ در اصل ہر شخص یہی چاہتا تھا کہ کاش یہ خبر غلط ہی ہو۔ مگر ہونے والی بات ہو چکی تھی اور حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

آج اس حادثہ کو چار سال ہو گئے ہیں۔ لیکن آج بھی یوں معلوم ہوتا ہے گویا کل کی بات ہے۔ اور سچی بات تو یہ ہے کہ ماتم اس بات کا نہیں کہ حضرت مولانا احمد علیؒ لاہوری انتقال کر گئے۔ ہر ذی روح نے ایک نہ ایک دن جانا ہے۔ ملال ہے تو اس بات کا کہ حضرت لاہوریؒ ہی کا انتقال نہیں ہوا بلکہ ان کے ساتھ ساتھ بہت سی حسنات و برکات بھی منتقل ہو گئی ہیں۔ تاریکی بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ جس سمت نظر اٹھاؤ باستثنائے چند دینی روح سے ناآشنا جسموں کے خالی ڈھانچے نظر آتے ہیں۔ اب ہم ایسے لوگ کہاں سے ڈھونڈیں۔ جن کے جسم خدا کے خوف کے سوا کسی دوسرے خوف سے شناسا ہی نہ ہوں۔ جن کے وجود دینی غیرت کا مجسمہ جن کی ذات اسلامی عزم و استقامت کی کھلی نشانی ہو اور جن کا نام راستی اور سچائی کا مظہر ہو۔ اس ایک شخص (حضرت لاہوریؒ) میں بیک وقت یہ سب خوبیاں جمع تھیں۔

(باقی صـ۱۲ پر)

دارا و سکندر سے وہ مرد فقیر اولیٰ

حضرت مولانا عبدالہادی دین پوری

شورش کاشمیری

سرورق پر آج ایک ایسے شخص کی تصویر دی جا رہی ہے۔ جو تخت نشین نہیں، بوریہ نشین ہے۔ کسی سلطنت کا فرمانروا نہیں فقر و استغنا کی سلطنت کا تاجدار ہے۔ آپ خود اس سے ملیں تو معلوم ہوگا کہ آپ کے سامنے قرون اولیٰ کا کوئی چہرہ آگیا ہے۔

سنا تھا کہ حضرت دین پوری ان فقراد مشائخ کا عکس ہیں۔ جن کی داستانیں اب تذکروں میں رہ گئی ہیں اور جن کی عظمتیں دلوں پر نقش ہیں۔ راقم نے ان کی بے نیازی اور تعلق باللہ کا چرچا بھی سن رکھا تھا۔ انہیں دیکھا نہیں تھا۔ اپنی ایک پریشانی کے زمانے میں انہیں خط لکھا۔ کہ میرے لئے دعا فرمائیں جواب آیا۔

"اپنے رب کو یاد کیا کرو سب کچھ اللہ ہی کے پاس ہے میں تمہارے لئے ضرور دعا کروں گا اور مجھے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں یقین ہے کہ وہ میرے گنہگار ہاتھوں کی ضرور لاج رکھیں گے۔"

جس افتاد سے پریشان تھا۔ اپنے موقع پر وہ عقدہ حل ہوگیا۔ اور قلباً سکون ہوا، دعائیں کبھی رائگاں نہیں جاتیں، خالق اپنی مخلوق کی سنتا اور ضرور سنتا ہے پھر ایک اہل اللہ کی دعا کہ خدا کی رحمت ہر لحظہ منتظر رہتی ہے کہ کب پاکیزہ ہاتھ اٹھیں اور کب ان کی زبان کے کلمات بارگاہ ایزدی سے بامراد لوٹیں۔ اس ایک دعا کے بعد، دعاؤں پر میرا عقیدہ اور بھی پختہ ہوگیا۔ میں غائبانہ طور پر ان کا گرویدہ رہا، بارہا یہ آرزو پیدا ہوئی کہ ان کے آستانہ پر حاضری دوں مگر یہ سوچ ابھی دائرے بن رہا تھا۔ کہ آرزو بامراد ہوکر گھر میں آگئی، مجید نے دوڑ کر بتایا۔ کہ حضرت دین پوری آئے ہیں۔ میں دفتر سے اتر کر صحن میں پہنچا تو حضرت اپنے ساتھیوں کی ایک جمعیت کے ساتھ عجز و الحاح کے سانچہ میں ڈھلے ہوئے ایک باعظمت انسان کی طرح ایستادہ تھے، پہلے نہ میں نے کبھی انہیں دیکھا تھا۔ نہ انہوں نے لیکن فوراً ہی مجھ سے بغل گیر ہوگئے میں نے محسوس کیا کہ اس لحظہ میرے اندر کی معصیتیں فرار ہوگئی ہیں۔ اور میں ایک ایسے انسان سے معانقہ کر رہا ہوں جو اپنے لئے نہیں اللہ کے لئے جیتے ہیں۔ اور جن کا وجود خشیت الٰہی کے سوا کچھ نہیں۔ ان کا ظاہر و باطن منشائے الٰہی کے تابع ہے یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں مولانا ابوالکلام آزاد نے تذکرہ میں لکھا ہے۔ کہ جب یہ لوگ بوریہ سے سلام پھیر کر اٹھتے ہیں تو ان کے چہروں سے شہنشاؤں کی بے نیازی ٹپکتی ہے۔ ان کی نظریں درباروں کو اس طرح تکتی ہیں۔ جس طرح نگاہوں کے سامنے مغرور انسانوں کے تخت نہیں۔ بے حس پتھروں کا ڈھیر پڑا ہے۔ ان کا فقر کسی کا محتاج نہیں۔ بجز اللہ کی رضا کے بحالت ان کی حاجت مندوں کی سی ہوتی ہے۔ لیکن چہرہ بے نیازوں کا۔

حضرت نے فرمایا یہیں بیٹھ جاتے ہیں۔ عرض کیا اوپر دفتر میں چلئے۔ دفتر میں بچھا ہوا قالین دیکھ کر اپنے جوتے اتار دیئے۔ میں نے جوتے اٹھالئے۔ عرض کیا۔ حضرت اس قالین کو آپ کے جوتوں سے کوئی نسبت نہیں، ہم تو آپ کے لئے پلکوں کا فرش تیار کرنے کو تیار ہیں۔ وہاں درویشانہ استغنا کا پرجمال سحر دفتر کا احاطہ کرچکا تھا۔ ہم واقعی محسوس کر رہے تھے۔ کہ ہم ایک ایسے انسان کے روبرو ہیں۔ جو بوریے اسد اللہی بھی رکھتا ہے۔ اور فقر ابوذر بھی، فرمایا۔

بھائی ہم لوگ ادھر سے گذر رہے تھے۔ چٹان کا نام پڑھا تو موٹر رک گیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے قلم اور زبان کو برکت دے ایمان کی دولت عطا فرمائے۔ آپ نے دین حق کی خدمت کی ہے۔

(باقی صـ۱۸ پر)

ولولۂ حرم

از جناب حمید صدیقی لکھنوی

بھینی بھینی پھر شمیمِ جانفزا آنے لگی
ٹھنڈی ٹھنڈی پھر مدینے کی ہوا آنے لگی

اضطرابِ دل کا ساماں پھر بہم ہونے لگا
مژدۂ لطف و کرم لے کر صبا آنے لگی

پھر سکونِ دل نے کروٹ لی کہ تڑپانے لگا
دل سے پھر بے ساختہ لب تک دعا آنے لگی

میں نے چھیڑا نغمۂ نعت اور ادھر ہر سمت سے
جیسے کانوں میں صدائے مرحبا آنے لگی

رفتہ رفتہ سب مناظر ہوگئے پیشِ نظر
دل میں رہ رہ کر حرم کی یاد کیا آنے لگی

قابلِ نظارہ ہے کعبے کے پردے کی بہار
ہر طرف سے جھومتی کالی گھٹا آنے لگی

پھر گیا نظروں میں میدانِ احد کا لالہ زار
بن کے نکہت یادِ گلزارِ قبا آنے لگی

حبذا اہلِ مدینہ میں سراپا گوش ہوں
مرحبا اھلاً و سھلاً کی صدا آنے لگی

کیوں نہ ہو اپنا مشامِ جاں معطر اے حمیدؔ
باغِ طیبہ سے نسیمِ جانفزا آنے لگی

حضرت مولانا عبدالرحمٰن

رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری کی وفات کی خبر خدام الدین میں پہلے شائع ہو چکی ہے۔ حضرتؒ مظاہر علوم سہارنپور، دارالعلوم ٹنڈوالہ یار ضلع حیدرآباد سندھ، دارالعلوم اکوڑہ خٹک، خیرالمدارس ملتان میں صدر مدرس رہے اور حضرت تھانویؒ سے خلافت حاصل کرنے کے بعد سے تربیت و اصلاح کی خدمات انجام دے کر بہتوں کو خدا رسیدہ بنا دیا۔۔۔ آپ کے صاحبزادہ مولانا سعیدالرحمٰن صاحب خطیب جامعہ اسلامیہ ڈلہوزی روڈ راولپنڈی نے مرضِ وفات کا جو حال حضرت مولانا جمیل احمد تھانوی کو خط میں لکھا ہے وہ انہی کے الفاظ میں پیش خدمت ہے:۔

مکرمی و محترمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

گرامی نامہ صادر ہو کر باعثِ تسلی ہوا۔ آپ حضراتِ اکابر کے خطوط سے واقعی بڑی تسلی ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ آپ حضرات کو قائم و دائم رکھے۔

حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۱۰ر دسمبر ۱۹۶۵ء ۱۶ر شعبان المعظم ۱۳۸۵ھ بروز جمعہ صبح سویرے تہجد کی نماز کے لئے اٹھے۔ معمول کمرے ہی میں وضو وغیرہ کا تھا۔ نماز تہجد شروع کی۔ اتفاقاً اس رات کمرے میں آپ تنہا تھے۔ والدہ صاحبہ وغیرہ متصل دوسرے کمرے میں تھیں۔ کافی دیر کے بعد دوسرے کمرے میں خلافِ توقع معمولی جہر سے استغفر اللہ استغفر اللہ کی آواز سنی گئی۔ جب کافی دیر تک یہ آواز آتی رہی تو والدہ صاحبہ کو خیال ہوا کہ یہ آواز کیسے آ رہی۔ چنانچہ جب وہ آئے اور دیکھا تو والد صاحب دائیں جانب سجدہ میں گرے ہوتے تھے۔ اور استغفار و اذکار کی ہلکی ہلکی آواز بلند ہو رہی تھی۔ فالج کا شدید حملہ ہوا جس سے دایاں جانب سارا متاثر ہو گیا۔ ہاتھ و پاؤں بے حرکت ہو گئے۔ زبان بند ہو گئی۔ زبان سے کچھ بولنے کی کوشش فرماتے مگر وہ بمشکل سمجھ میں آتا۔ ہاں "اللہ" یا "لاالٰہ الا اللہ" صاف سمجھ میں آتا۔ اسی حالت میں چارپائی پر لٹائے گئے۔ صبح حضرو کے ڈاکٹر آئے تو مرض فالج تھا۔ انہوں نے اپنے طور پر علاج شروع کیا۔ میں پنڈی رہا۔ اطلاع ملنے پر فوراً بھہوری پہنچا۔ پنڈی کے بڑے ڈاکٹروں سے گفتگو کرنے پر انہوں نے کہا کہ فوری طور پر پنڈی پہنچایا جاتے۔ جمعہ کا دن گذرا۔ معمولی ہوش تھا اور نیم بیہوشی کے دوران ظہر، عصر، مغرب، عشاء کی نمازیں سہارا لے کر تیمم سے ادا کیں۔ ہفتہ کے دن صبح طبیعت بہت خراب ہو گئی۔ مگر پھر بھی حضرو کے ڈاکٹر سے مشورہ کے بعد فیصلہ ہوا کہ پنڈی پہنچایا جاتے۔ پنڈی ایک بجے دوپہر پہنچے۔ اس مرض کے ماہر و سپیشل فوجی ڈاکٹروں نے معائنہ کیا۔ گلوکوز کا انجکشن دیا۔ فوری طور پر وہ بے حسی دور ہوتی نظر آئی جو صبح سے چھائی ہوئی تھی۔ ہسپتال داخل کر دئے گئے۔ مکمل ہوش تو نہ تھی مگر پھر بھی اتنا ضرور تھا کہ اگر کوئی آجاتا تو اس کا تعارف کرایا جاتا تو بایاں ہاتھ مصافحہ کے لئے آگے بڑھا دیتے۔ دو تین دن کے بعد نمایاں فرق محسوس ہونے لگا۔ ڈاکٹر بھی پُرامید تھے۔ اور کہتے تھے کہ اب حالت خطرہ سے باہر ہو گئی ہے۔ مگر یہ مرض چونکہ طویل ہوتا ہے اس لئے صحت میں عرصہ لگے گا۔ کروٹ بدلنے کے لئے رات کو بھی تین تین آدمی جاگتے رہے۔ کیونکہ ہر دو گھنٹہ بعد ڈاکٹروں کے کہنے کے مطابق کروٹ بدلنا ضروری تھا۔ ان ایام میں فالج زدہ پاؤں میں بھی معمولی حرکت محسوس ہوتی تھی اور زیارت کرنے والوں کو بھی کبھی کبھی پہچان لیتے مگر زبان گویائی پر قادر نہ تھے۔ صرف "اللہ" یا "خدایا" "لاالٰہ الا اللہ" کے الفاظ سمجھ میں آتے۔

۱۹ر دسمبر یعنی ۲۵ر شعبان کو صبح سے طبیعت میں کمزوری محسوس ہونے لگی۔ اور بالکل خاموشی اختیار کر لی۔ دوائی یا پینے کی کوئی چیز بھی بمشکل نکل سکتے۔ مختلف اور بڑے بڑے فوجی اور سول ڈاکٹر معائنہ کے لئے ان ایام میں خصوصیت سے آتے رہے۔ مگر طبیعت ۱۹ر دسمبر سے گرنی شروع ہو گئی۔ اور ۲۱ر دسمبر یعنی ۲۷ر شعبان کو صبح سے بالکل مایوسی کی کیفیت ہو گئی۔ اپنا اور پنڈی والے اکابر و احباب کا ارادہ یہی ہوا کہ بھہوری لے چلیں۔ بڑے ڈاکٹروں نے کہا کہ ہم اپنی کوشش بہرحال کرتے ہیں۔ بریگیڈیر ایوب صاحب اور ڈاکٹر احمد صاحب وغیرہ بڑے بڑے ڈاکٹر پھر دیکھنے آتے۔ کچھ انجکشن انہوں نے تجویز کئے۔ مگر انہوں نے بھی کہا کہ آپ اگر لے جانا چاہیں تو لے جائیں کیونکہ طبیعت مسلسل گر رہی ہے اور کسی چیز سے سنبھلنی نہیں پاتی۔ چنانچہ ۳ بجے ایمبولینس کار کے ذریعہ روانہ ہوتے۔ میں اور دو حضرت کے خدام خاص علماء اور دو عزیز ہمراہ تھے۔ راستہ میں حضرو سے دس میل کے فاصلہ پر لارنس پور کے قریب شام کے ۴ بجکر ۴۰ منٹ پر حضرت کی روح پرواز کر گئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا عبدالشکور صاحب اور دیگر اکابر و احباب پیچھے بس میں آ رہے تھے۔ جنازہ کی نماز کے لئے دوسرے دن بدھ کو ۲ بجے وقت مقرر کیا گیا۔ پنڈی، پشاور اور لاہور کے احباب جنازہ میں پہنچ آتے تھے۔ جنازہ کے لئے حضرت مولانا شیخ محدث نصیرالدین صاحب کا نام منتخب کیا گیا۔ جو اس دور میں بقیۃ اسلاف ہیں۔ اور حضرتؒ سے بھی انکی عمر کافی ہے۔ علماء کا اتنا کثیر اجتماع جنازہ میں تھا کہ بقول شیخ حدیث مولانا نصیرالدین صاحب و دیگر حضرات کہ اتنا بڑا اجتماع علماء کا میں نے کسی جنازہ میں نہیں دیکھا۔ ہجوم کی وجہ سے چارپائی کے ساتھ بانس باندھ دئے گئے تھے۔ دو بجے نماز جنازہ ادا کی گئی اور اس کے بعد آخری دیدار کے لئے لوگ امنڈ پڑے اور ڈھائی بجے کے بعد تک لوگ زیارت کرتے رہے۔ تین بجے تدفین ہوئی۔ تدفین کے بعد مولٰنا عبدالشکور صاحب، مولٰنا غلام اللہ خان صاحب، مولٰنا عبدالحی صاحب، مولٰنا بادشاہ گل صاحب وغیرہ حضرات نے مجمع میں تعزیتی کلمات بیان فرمائے۔ حضرت کی وصیت تھی کہ میرے بعد کسی قسم کا رسم و رواج نہ کیا جاتے چنانچہ ہر ہر مرحلہ پر سختی سے اتباعِ سنت کی پابندی کی گئی اور بحمداللہ بقول مولٰنا عبدالشکور صاحب کے مختلف کرامتیں ایسی ظاہر ہوتیں جن سے اتباعِ سنت مترشح ہوتا تھا۔ بعض رسومات جن میں یہاں کے علماء تک مبتلا تھے۔ اس اتباع سنت کو دیکھتے ہوتے ان کے اور عوام کے ذہن بھی بدل گئے۔ جس کا خوشگوار اثر یہاں کے لوگوں پر پڑے گا۔۔ یہ مختصر سے حالات تھے جو پیش کر دتے گئے۔ والسلام۔

سعیدالرحمٰن۔ بھہوری حضرو کیمبل پور



قصیدہ تاریخیہ وقطعات تاریخ وفات

ازمولانا جمیل احمد تھانوی مفتی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور

اَلشَّیْخُ شَیْخُ الْعِلْمِ وَالْعِرْفَانِ
وہ بزرگ علم دین اور معرفت الٰہی کے بزرگ
شَیْخُ الْمَعَارِفِ وَالْعُلُوْمِ جَمِیْعِہَا
علوم معرفت اور تمام اقسام علوم دین کے بزرگ
اُسْتَاذُ اَہْلِ الْعِلْمِ شَیْخُ اُوْلِی التُّقٰی
علمائے دین کے استاذ صوفیوں کے پیر
شَیْخُ الطَّرِیْقَۃِ وَالشَّرِیْعَۃِ جَامِعًا
طریقت و شریعت کے جامع پیر و بزرگ
شَیْخُ الْفُنُوْنِ حَقِیْرِہَا وَ جَلِیْلِہَا
تمام چھوٹے بڑے فنون کے ماہر اُستاد
صَدْرُ الْاَسَاتِذَۃِ الْکِرَامِ رَئِیْسُہُمْ
تمام مدرسین کے صدر اور سب کے سردار
وَتُبِنْدُ اَللّٰہُ یَارُ کَانَ بِفَیْضِہٖ
ٹنڈو الٰہ یار میں فیض علم کی ایسی
حِبْرٌ ذَکِیٌّ لَوْذَعِیٌّ مَاجِدٌ
زبردست عالم بڑے ذہین بڑے ماہر بڑے بزرگ
وَرِعٌ وَلِیٌّ کَامِلٌ وَ خَلِیْفَۃٌ
بہت متقی کامل ولی اور خلیفہ
فَالْقَلْبُ طُوْرٌ لِلتَّجَلِّیْ دَائِمًا
اس لئے قلب مبارک دائمی تجلی کا طور تھا
اِذْ فَارَقَ الدُّنْیَا الدَّنِیَّۃَ مُعْرِضًا
جب کمینی دنیا سے جدائی اختیار کی اسکی مشورہ گاہ
قَدْ کَانَ بَھُوْدِیْ بِکَامِلْبُوْرَ فِیْ
بھوری ضلع کیمبل پور پنجاب کا
فِیْہَا وِلَادَتُہٗ وَ فِیْہَا مَرْقَدٌ
اسی میں حضرت کی پیدائش ہوئی اور اسی میں وہ مرقد مبارک
اِرْخُ ارْتِحَالِ الشَّیْخِ مِنْ بُشْرٰی لَہٗ
حضرت کی تاریخ وفات آپکی اس خوشخبری سے حاصل ہے کہ عزت ورضا میں بڑھتے جائیں

عَبْدُ الْاِلٰہِ الرَّاحِمِ الرَّحْمٰنِ
عبدالرحمٰن معبود الرحیم کے خاص بندے
فَخْرُ الْاَمَاثِلِ فَائِقُ الْاَقْرَانِ
بے مثل بزرگوں کے فخر ساتھیوں سے فائق
عَمَلاً وَعِلْمًا مَنْبَعُ الْفَیْضَانِ
علم و عمل دونوں ہیں فیض کے سرچشمہ
بِالسُّنَّۃِ الْعَلْیَاءِ وَالْاِیْقَانِ
سنت نبوی کی پابندی اور تکمیل ایمان کے ساتھ
شَیْخُ الْحَدِیْثِ مُفَسِّرُ الْقُرْاٰنِ
شیخ الحدیث اور شیخ التفسیر
بِاَکُوْرَۃِ وَالْہِنْدِ وَالْمُلْتَانِ
اکوڑہ خٹک سہارنپور انڈیا اور ملتان میں
مُتَمَوِّجًا کَالْبَحْرِ فِی الطُّوْفَانِ
موجیں مار رہے تھے جیسے طوفان کے وقت سمندر موجیں مارتا ہے
قَدْ قَلَّ مِثْلُ الشَّیْخِ فِی الْاَزْمَانِ
ان بزرگ جیسا شخص زمانوں میں کم کم ہوا ہے
لِحَکِیْمِ الْاُمَّۃِ اَشْرَفِ الْاَعْیَانِ
بزرگوں کے اشرف حکیم الامت حضرت تھانوی کے
وَالْوَجْہُ نُوْرٌ کَامِلُ اللَّمَعَانِ
اور چہرہ مبارک نور ہی نور بہت کامل چمک والا تھا
عَنْ مَرْتَعِہَا زِیْدَ بِالْغُفْرَانِ
سے اعراض کر کے تو بخشش کی زیادتی سے نوازدیئے گئے
اَلْبِخَابَ عَالِیَۃٌ بِہٖ فِی الشَّانِ
ان کی برکت کی وجہ سے عالیشان ہو رہا ہے
مِنْ نُوْرِہٖ فَاقَتْ عَلَی الْبُلْدَانِ
ہے کہ جس کے نور کی وجہ سے بھوری سب شہروں سے فوقیت لیگیا ہے
کُنْ زَائِدًا فِی الْعِزِّ وَالرِّضْوَانِ
۷۰ ۲۳

۱۳۸۵ھ

جَازَی الْاِلٰہُ الْعَالَمِیْنَ بِفَضْلِہٖ
اللہ تعالےٰ اپنے فضل سے جزا دیں
شَیْخِیْ عَلَی الْاِحْسَانِ بِالْاِحْسَانِ
ہمارے شیخ کو احسان کرنے پر احسان فرمانے پر

جملہ

مَوْتُ الْعَالِمِ الْحَقِّیِّ مَوْتُ الْعَالَمِ
۴۴۶ ۱۷۲ ۱۴۹ ۴۴۶ ۱۷۲

۱۳۸۵ھ

قطعات

عبدِ رحمٰن حضرتِ علامۂ قدسی صفات
ازجہاں دار فانی رفت در دار جناں
ازپئے تاریخ رحلت گفت بامن ہاتفے
کو "غروبِ آفتابِ علمِ دینی جہاں"

۱۹۶۵ء

چوں حضرت شیخِ ما زِعالم
وز عالمان ما جدا شد
تاریخ وفات را ز ہاتف
"داخل بہشت ما" ندا شد

۱۳۸۵ھ

★

حضرت تو وفات پا گئے ہیں
تو رنج والم میں مبتلا رہ
تاریخ وفات اگر ہو مطلوب
"اب عالم آخرت گئے" کہہ

★

عبد رحمٰن ولی و شیخِ تفسیر و حدیث
مصلح و شیخ طریقت بےمثال و بے مثل
حضرت علامہ جن کی ہر صفت تھی لاجواب
علم و تقویٰ و تقدّس بے نظیر و بے بدل
حضرت اشرف علیؒ تھانویؒ کے جانشین
جن سے ہر مشکل سے مشکل عقدہ ہوجاتا تھا حل
کیوں ہراساں ہوں نہ اہل علم اور اہل طریق
کیسے حل ہوں مشکلات اور کیسے اصلاحِ خلل
ہادی علم و عمل نے تو کیا عقبیٰ کا رُخ
راہ کے گرتے ہوئے اب کس طرح جائیں سنبھل
رنج و غم کے آج دل پر کس قدر ٹوٹے پہاڑ
کوئی بتلائے کہ کیسے جائے گا اب دل بہل
آہ اب تیغ اجل سے بے سر و پا ہوگئے
فقر و دیں، زہد و ورع، فضل و کرم، علم و عمل
۱۰۰ ۱۰ ۵ ۲۰۰ ۸۰۰ ۲۰۰ ۳۰ ۴۰

۱۳۸۵ھ

؎ یعنی ان لفظوں کے سر اور پیر الگ ہوگئے اول کا اور آخر کا حرف الگ ہوگیا صرف درمیان درمیان کے حروف رہ گئے ہیں ان کے عددوں کو جمع کر لیجئے۔ تو تاریخ بن جائے گی مثلاً فقر لفظ میں ف اور ر الگ کر کے صرف ق رہ گیا جس کے عدد ۱۰۰ ہیں۔ اسی طرح ہر لفظ سے لے لیجئے مجموعہ ۱۳۸۵ ہوجائے گا۔

اک ماہر و شیخ طریق اک فاضل و شیخ الحدیث
ہر علم و فن میں بے بدل لیتا ہے اب راہِ عدم
ہر علم ظاہر لاجواب ہر علم باطل بے حساب
یوں جامع شرع و طریق اس عہد میں ہوتے ہیں کم
اس درجہ ہو علم وسیع اور اس قدر گہری نظر
بے شبہ اس دورِ جہالت میں تھے حضرت مغتنم
وہ نسبت باطن کی قوت اسے تعالیٰ شانہٗ
پھر سنت خیر الوریٰ پر بھی سرِ تسلیم خم
تشریف حضرت لے گئے تو رہ گئے اب بے سرے
دین و ہدیٰ، فضل و علیٰ، علم و عمل، حلم و کرم
۶۰ ۵ ۸۳۰ ۴۰ ۷۰ ۷۰ ۷۰ ۲۴۰

۱۳۸۵ھ

؎ یعنی ہر لفظ کا سر اور پہلا حرف الگ کیجئے باقی دو دو حرفوں کے عدد لے کر جمع کر لیجئے اس سے تاریخ ہوگی۔ "دین" لفظ سے د الگ کر کے ین رہ گیا اس کے عدد ہوئے ۶۰۔ اسی طرح آگے سب کے عدد لے لیجئے مجموعہ ۱۳۸۵ ہے۔

- علم بہترین دولت ہے ——
- جہالت بدترین بیماری ہے ——

شیخ عبدالعزیز بن باز وائس چانسلر مدینہ یونیورسٹی سعودی عرب۔ (مترجمہ مولانا محمد صدیق)

حج اور عمرہ کے مسائل

حج 'حج' کا معنیٰ قصد اور زیارت ہے۔ شریعت کی اصطلاح میں زیارت بیت اللہ کی خاص صورت ہے۔ اس میں بیت اللہ کا طواف، صفا و مروہ کی سعی، عرفات میں وقوف، مزدلفہ میں رات گزارنا۔ مشعرالحرام کے پاس دعا، منیٰ میں قیام، جمروں کو رمی کرنا قربانی وغیرہ کے کام کئے جاتے ہیں۔ حج کی تین قسمیں ہیں۔ افراد۔ قرآن۔ تمتع،

افراد وہ حج ہے کہ صرف حج کا احرام باندھا جائے۔ حج کی مناسک ادا کرکے قربانی کے دن احرام کھولا جائے۔

قران وہ حج ہے کہ حج اور عمرہ دونوں کا اکھٹا احرام باندھا جائے مناسک کو ادا کرکے قربانی کے دن احرام کھولا جائے ایسا حج کرنے والے کا نام قارن ہے۔ قارن کا معنیٰ قران یعنی حج کرنے والا

تمتع وہ حج ہے کہ عمرہ کا احرام باندھا جائے عمرہ کے مناسک ادا کرکے احرام کھول دیا جائے آٹھویں ذالحجہ کو پھر حج کا احرام باندھ کر مناسک حج ادا کئے جائیں۔ اور قربانی کے دن احرام کھول دیا جائے یہ حج تمتع ہے۔ اس طریق سے حج کرنے والے کا نام۔ تمتع ہے یعنی تمتع حج کرنے والا۔

عمرہ یہ بھی زیارت بیت اللہ کی خاص صورت ہے۔ اس میں بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کی جاتی ہے۔ عمرہ ہر مہینہ میں ہو سکتا ہے۔

احرام حج یا عمرہ کی نیت باندھنے کا نام ہے محرم احرام باندھنے والے کو کہا جاتا ہے۔

میقات وہ جگہ ہے جہاں حج یا عمرہ کا احرام باندھا جاتا ہے۔ حج اور عمرہ کرنے والے کے لئے احرام کے بغیر اس جگہ سے گزرنا ناجائز ہے۔ اہل پاکستان کا میقات یلملم ہے۔

تلبیہ لبیک پکارتے والے کا نا تلبیہ ہے۔

طواف بیت اللہ کے گرد سات چکر لگانے کا نام طواف ہے۔ حجراسود سے شروع کرکے بیت اللہ کے گرد گھومتے ہوئے حجراسود تک آنا، یہ ایک چکر ہے۔ طواف میں ایسے سات چکر لگائے جاتے ہیں۔ طواف کی تین قسمیں ہیں، طواف قدوم، طوافِ افاضہ، طواف وداع۔

طوافِ قدوم وہ طواف ہے۔ جو مکہ میں پہنچتے ہی کیا جاتا ہے۔ یہ طواف حج کا رکن نہیں ہے۔

طواف افاضہ وہ طواف ہے۔ جو قربانی کے دن منیٰ سے آکر کیا جاتا ہے۔ یہ طواف حج کا رکن ہے۔

طوافِ وداع وہ طواف ہے۔ جو وطن کو واپس ہوتے ہوئے کیا جاتا ہے۔

رمل چھوٹے چھوٹے قدم سے پہلوان کی طرف چلنا۔ اس کا نام رمل ہے۔ طوافِ قدوم کے پہلے تین چکروں میں رمل کیا جاتا ہے۔

اضطباغ احرام کی چادر کے درمیانی حصّہ کو دائیں کندھے کے نیچے کرکے چادر کے ہر دو کناروں کو بائیں کندھے پر ڈالنے کا نا اضطباغ ہے طواف کے وقت اضطباغ سنت ہے۔

(نوٹ) عورت پر رمل اور اضطباغ دونوں نہیں ہیں۔

وقوف عرفات عرفات میں نویں ذالحجہ کو زوال آفتاب سے غروب آفتاب تک قیام کرنے کا نام وقوف عرفات ہے یہ حج کا رکن ہے۔

جمرہ گاڑھے ہوئے تین پتھر ہیں۔ جن کو کنکریاں ماری جاتی ہیں۔ جمرے تین ہیں جمرہ عقبہ، جمرہ ادنیٰ، جمرہ وسطیٰ۔

رکن یمانی بیت اللہ کے چار گوشے ہیں۔ جس گوشے میں حجر اسود ہے۔ اس کا نام رکن حجر اسود ہے۔ اس کے بالمقابل جو گوشہ یمن کی طرف ہے۔ اس گوشہ کا نام رکن یمانی ہے۔

دم خلاف ورزی کی پاداش میں جو جانور ذبح کیا جاتا ہے۔ وہ دم ہے۔ دم کے بجائے تین روزے یا ایک صاع کھانا مساکین کو دیدیا جائے تو جائز ہے۔

حج اور عمرہ کا وجوب یہ بات تو سب کو معلوم ہے۔ کہ اسلام کے ارکان پانچ ہیں۔ ان میں سے ایک رکن حج ہے چنانچہ اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتاہے۔

وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْہِ سَبِیْلاً۔

ترجمہ:۔ لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ حق ہے۔ جو کوئی اس گھر تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہے۔ وہ اس کا حج کرے اور جو انکار کرے تو وہ جان لے کہ اللہ تعالےٰ دنیا سے بے نیاز ہے۔ یہ آیت بتاتی ہے ——— کہ حج ارکان اسلام میں داخل ہے

بخاری اور مسلم کی حدیث میں ہے۔ ابن عمرؓ نے بیان کیا ہے۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر ہے۔

اوّل لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کلمہ کی شہادت دینا۔ دوم۔ نماز قائم کرنا۔ سوم۔ زکوٰۃ ادا کرنا چہارم رمضان کے روزے، پنجم بیت اللہ کا حج کرنا۔ سعید نے اپنی سنن میں بیان کیا ہے۔ کہ حضرت عمرؓ نے ارادہ فرمایا کہ ہر علاقہ میں آدمی بھیجے جائیں تاکہ وہ ہر اس شخص پر جزیہ لگائیں۔ جو طاقت ہوتے ہوئے حج نہیں کرتے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا طاقت ہوتے ہوئے۔ جو شخص حج نہیں کرتا کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ کہ وہ یہودی یا عیسائی ہو کر مرے یعنی اسلام پر خاتمے کا امکان نہیں ہے۔

جب صورت حال یہ ہے۔ تو اس کو چاہیئے کہ حج کرنے میں تاخیر نہ کرے، حضرت ابن عباسؓ نے بیان کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تعجلوا الی الحج یعنی الفریضۃ احدکم لا یدری ما یعرض لہ، (ترجمہ) حج کے لئے جلدی کرو۔ کسی کو یہ پتہ نہیں کہ آئندہ کیا ہونے والا ہے۔ مذکورہ آیت اور احادیث کا تقاضہ یہ ہے۔ کہ حج کی طاقت ہو تو جلد حج کرنا چاہیئے۔

عمرہ متعدد حدیث سے ثابت ہوتا ہے، کہ عمرہ واجب ہے۔ ابن خزیمہ اور دار قطنی میں حدیث ہے کہ جبریلؑ نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اسلام کسے کہا جاتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کلمہ شہادت، نماز، زکوٰۃ حج، عمرہ، غسلِ جنابت اتمام وضو یہ سب ہے احکام اسلام کی تعریف میں داخل ہیں۔

مسندِ احمد اور ابن ماجہ میں حدیث ہے، حضرت عائشہؓ نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ عورتیں بھی جہاد کریں؟ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں ان پر بھی جہاد ہے۔ مگر وہ ایسا جہاد ہے۔ جس میں لڑائی نہیں ہے اور وہ حج اور عمرہ ہے۔

عمر میں ایک مرتبہ حج ہو یا عمرہ عمر میں ایک مرتبہ واجب ہے۔

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ الحج مرۃ فمن زاد فھو تطوع، حج عمر میں ایک مرتبہ فرض ہے۔ ایک سے زیادہ نفل ہیں حج اور عمرہ ایک سے زیادہ بھی کیا جا سکتا ہے۔

بقیہ: مولانا احمد علی لاہوریؒ

شاید علامہ اقبالؒ نے انہی کے لئے کہا تھا۔ ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

ایم عبدالرحمٰن لودھیانوی شیخوپورہ

عربی زبان سیکھنے کی ضرورت اور اہمیت

عربی زبان تمام زبانوں میں زیادہ فصیح و وسیع، منضبط اور پر شوکت زبان ہے۔ بلاشبہ قرآن جیسی معجزہ جامع کتاب ایسی ہی زبان میں نازل ہونی چاہیئے تھی جو نہایت بلیغ و بلیغ جامع منضبط، واضح، پرمغز ہونیکی وجہ سے اُمّ الالسنہ اور ملکہ اللّغات، کہلانے کی مستحق ہو۔

قرآن پاک جو عظیم الشان معارف و حِکم پر مشتمل اور حق و باطل کا آخری فیصلہ کرنے والا ہے۔ جس طرح ہر پیغمبر کو اسی زبان میں کتاب دی گئی۔ جو اس کی قومی زبان تھی۔ ایسے ہی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو عربی قرآن دیا گیا۔ نزولِ قرآن کے لئے عربی منتخب کی گئی۔ جب خود پیغمبرؐ عربی ہیں تو ظاہر ہے کہ دنیا میں اس کے اوّلین مخاطب عرب ہوں گے۔ پھر عرب کے ذریعہ سے چاروں طرف یہ روشنی پھیلے گی۔ اے اہل عرب! تمہاری زبان میں قرآن اتارنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ تم جو پیغمبر علیہ السلام کی قوم ہو۔ اوّل اس کے علوم و معارف کا مزہ چکھو پھر دوسروں کو چکھاؤ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ پ۱۲ ع۱۱

(ترجمہ) بے شک ہم نے قرآن عربی زبان میں اتارا ہے تاکہ تم سمجھ لو۔

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِيًّا ط پ۱۳ ع۱۱

ترجمہ۔ اور اسی طرح ہم نے یہ کلامِ حکم عربی زبان میں اتارا ہے۔

اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝ پ۲۵ ع۷۔ (ترجمہ) بے شک ہم نے قرآن کو عربی زبان میں رکھا تاکہ تم سمجھو کیونکہ عربی تمہاری مادری زبان ہے اور تمہارے ذریعہ سے دنیا کی قومیں اس کتاب کو سیکھیں گی۔ وجوہِ اعجاز اور اسرارِ عظیمہ پر مشتمل ہونے کی وجہ سے نہایت بلند مرتبہ اور تبدیل و تحریف سے محفوظ رہنے کی وجہ سے نہایت مستحکم ہے اس کتاب کے دلائل و براہین نہایت مضبوط اور اس کے احکام غیر منسوخ ہیں کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں۔ اور تمام مضامین اصلاح معاش و معاد کی اعلیٰ ترین ہدایات پر مشتمل اور حکیمانہ خوبیوں سے مملو ہیں اور قرآن کے ان تمام محاسن پر خود قرآن ہی شاہد ہے آفتاب آمد دلیل آفتاب۔

برادران اسلام! تمام خدائی علموں کا سرچشمہ لوحِ محفوظ ہے۔ اور لوحِ محفوظ کا سب سے آخری علم یہ قرآن عربی ہے۔ مذکورہ آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح قرآن تمام خدائی علوم کا سرچشمہ ہے۔

اسی طرح عربی زبان بھی جس میں قرآن نازل ہوا ہے نزولِ قرآن کے باعث تمام خدائی علوم کا سرچشمہ بن گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری ہدایت کے لئے جو عربی زبان کو چُنا اس میں ایک بڑی حکمت ہے۔ عربی زبان قرآن کا بہترین لباس ہے۔ اس کے علاوہ قرآن کو عربی زبان میں اتارنے کا مقصد یہ تھا کہ نوعِ انسان کو ایک عالمگیر ہدایت کے ساتھ ساتھ ایک عالمگیر زبان بھی عطا کر دی جائے تاکہ تمام اقوامِ عالم کے دل بھی ایک ہو جائیں۔ اور زبانیں بھی ایک ہو جائیں۔ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ کا صاف صاف معنیٰ یہی ہے۔ کہ نوعِ انسان میں فکری اور عقلی وحدت پیدا کرنا مقصود تھا۔ تاکہ وہ ایک قانون کے تابع ہوں، ایک حکمت کو سیکھیں۔ ایک کتاب پڑھیں۔ ایک زبان میں پڑھیں۔ اور ایک ہی خدائی رنگ میں رنگے جائیں۔

قرآن بار بار اعلان کرتا ہے۔ اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ط پ۵ ع۸ ترجمہ۔ کیا تم قرآن میں غور نہیں کرتے۔

مطلب یہ ہے۔ کہ جو تدبّر اور فہم سے کام نہ لے۔ وہ قرآن میں شبہات اور اختلافات کا وہم چلا سکتا ہے۔ مگر سمجھدار آدمی ایسا نہیں کر سکتا۔ اس لئے قرآن فہمی کے لئے عربی زبان کا مکمل طور پر سیکھنا لازمی ہوا۔

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا ۝ پ۲۶ ع۷

(ترجمہ) کیا قرآن میں دھیان نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر قفل لگ رہے ہیں۔

اب کرہ زمین پر صرف ایک ہی خدائی چشمہ ہے۔ جو ہر قسم کے گرد و غبار سے پاک ہے۔ اور وہ چشمہ صافی قرآن ہے۔ آپ اگر سعادت کے طلبگار ہیں۔ سرخ روئی کے متلاشی ہیں۔ غموں سے خلاصی چاہتے ہیں۔ تو قرآنِ کریم کے بحرِ ذخّار میں غوطہ لگائیں اس کے بغیر آپ زندگی اور آخرت کے گردابوں کو سلامتی سے عبور نہیں کر سکتے۔

اسی طرح احادیث رسولِ اکرمؐ کا ایک بہت بڑا ذخیرہ ہے۔ جو عربی زبان میں ہے۔ جس کو غیر متلو کہا جاتا ہے۔

بغیر عربی زبان سیکھے کوئی شخص جوامع الکلم کے جواہرات کو حاصل نہیں کر سکتا۔

رسولِ اکرمؐ نے اولادِ آدم کے سامنے دو چیزیں پیش کیں۔ ایک قرآن، تاکہ فرزندانِ آدم ایک قانون، ایک ہدایت، ایک اصول ایک پروگرام پر جمع ہو جائیں۔

دوسرے عربی زبان، تاکہ سب انسان ایک دوسرے کو سمجھ سکیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ میل ملاپ قائم کر سکیں، ایک دوسرے سے خط و کتابت کر سکیں۔ اور ایک دوسرے سے قریب ہو سکیں۔

آپ یاد رکھیے جب تک تمام دنیا کی قومیں کسی ایک دین اور زبان پر جمع نہیں ہوتیں ان کے نہ دل ایک ہو سکتے ہیں۔ نہ کوششیں ایک ہو سکتی ہیں اور نہ قسمت ایک ہو سکتی ہے۔ اس ساری بحث کا مطلب یہ ہے کہ وہ عالمگیر پروگرام جو حضرت محمدؐ نے نوعِ انسان کے سامنے پیش کیا ہے۔ اس کی بنیادیں دو ہیں۔ ایک وحدتِ قانون اور دوسرے وحدتِ زبان، تمام اولادِ آدم کا بادشاہ ایک ہونا چاہیئے لا الٰہ الا اللہ، تمام اولادِ آدم کا رہنما ایک ہونا چاہیے محمد الرسول اللہ۔ تمام اولادِ آدم کا قبلہ ایک ہونا چاہیے اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ تمام اولادِ آدم کا دین و قانون ایک ہونا چاہیے۔ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ۝ تمام اولادِ آدم کی دینی آئینی اور علمی زبان بھی ایک ہونی چاہیے۔ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ۔ اس کے بعد ہی یہ دنیا عالمگیر امن، عالمگیر اخوت اور عالمگیر محبت کا درجہ حاصل کر سکے گی۔ اس لئے کوئی عقلمند آدمی ایک منٹ کے لئے بھی یہ تصور نہیں کر سکتا کہ عالمگیر اتحادِ انسانی کا مشن جو اسلام کے پیشِ نظر ہے عربی زبان کو عالمگیر بنائے بغیر بھی پورا ہو سکتا ہے۔ اگر انسانی قومیں آزادی کے ساتھ ایک دوسرے کی بات نہ سمجھیں۔ تو وہ متحد کیسے ہو سکتی ہیں؟

اگر قرآن کا پڑھنا سمجھنا اور ماننا فرض ہے تو آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ فرض عربی زبان کو جانے بغیر کبھی صحیح معنوں میں ادا نہیں ہو سکتا۔ مسلمانوں کی تمام خرابیوں کی جڑ یہ ہے۔ کہ ہم قرآن سے دور ہو گئے ہیں۔ اور قرآن سے ہم محض اس لئے دور ہو گئے ہیں۔ کہ ہم عربی زبان نہیں جانتے۔

پس اگر آپ اپنے دین کو پھر سے زندہ کرنا چاہتے ہیں تو آپ کا پہلا فرض یہ ہو گا۔ کہ آپ جس قدر بھی زیادہ زور قرآن پاک کی سادہ تلاوت پر دے رہے ہیں۔ اس سے ہزار گنا زیادہ زور آپ عربی زبان سیکھنے پر دیں۔ تاکہ مسلمانوں کا بچہ بچہ اپنی عقل سے الہامی کتاب سمجھنے پر قادر ہو۔ آپ یاد رکھیے۔ جس دن یہ ہو گیا۔ اسی دن مسلمانوں کی تقدیر پلٹ دی جائیگی آپ کو تسلیم ہے کہ کوئی ڈالی درخت کی جڑ سے الگ رہ کر زندہ نہیں رہ سکتی ہمارے دینی نظام کی جڑ قرآن ہے۔ جب تک آپ قرآن سے الگ ہیں۔ آپ کبھی اسلامی زندگی سے شاداب نہ ہوں گے۔

مدبرین یورپ کا خیال بھی یہی ہے کہ اگر تمام انسان کسی ایک زبان سے وابستہ ہو جائیں تو ان کے باہمی تعارف کا حلقہ بے حد وسیع ہو جائے گا۔ انسانی علوم و فنون ہوا اور پانی کی طرح دنیا میں عام ہو جائیں گے۔ اور تمام ملکوں اور قوموں میں امداد باہمی کے راستے کھل جائیں گے

انہی مقاصد کو سامنے رکھ کر اسلام نے آج سے چودہ سو سال پہلے قرار دیا تھا۔ کہ ہر مسلمان اپنے دین، اپنی روایات اور اپنی تہذیب و سیاست سمجھنے کے لئے قرآن اور حدیث نبوی کی طرف رجوع کرے اور عربی زبان سیکھ کر دینی و دنیاوی سعادتوں سے بہرہ ور ہو۔

پس وقت آگیا ہے۔ کہ مسلمان علماء جب عام مسلمانوں کی اسلامی کمزوریوں اور بے خبریوں کو دور کرنے کے لئے کھڑے ہوں تو سب سے پہلے اس بنیادی کمزوری کو بھی دور کریں جس کے باعث آج کروڑوں مسلمان قرآنِ پاک اور حدیثِ نبوی سے ہٹ چکے ہیں۔ آج اگر ہندو دنیا، سنسکرت جیسی مردہ زبان کو زندہ کرنے کے لئے اپنی جان لڑا رہی ہے۔ تو کیا وجہ ہے کہ مسلمان عربی زبان کی تحصیل و علم سے غافل رہیں ہر مسلمان کا یہ اسلامی فرض ہے۔ کہ وہ عربی زبان کی تبلیغ و اشاعت میں حصہ لے اے اللہ! ہمیں توفیقِ عمل فرما۔ آمین۔

عربی زبان دنیا کی قدیم ترین زبانوں میں شمار ہوتی ہے۔ عربوں کو اپنی زبان کی فصاحت و بلاغت پر اتنا ناز تھا۔ کہ وہ اس کے مقابلے پر تمام دنیا کو عجمی یعنی بے زبان اور گونگا سمجھتے تھے۔

عربی زبان میں ایک ایک چیز کے لئے بہت سے الفاظ اور نام ہیں۔ نیز ایک ہی لفظ بہت سے معنوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اس وجہ سے زبان بہت وسیع ہے۔ دوسری زبانوں کے مقابلے پر اس کے صیغے بھی چودہ ہیں۔ واحد۔ تثنیہ۔ جمع۔ حاضر، غائب اور متکلم، مذکر و مؤنث سب کے لئے الگ الگ الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ پھر ایک ہی لفظ میں تھوڑی سی تبدیلی یا اضافے سے معنی بدل جاتے ہیں۔ اس طرح عربی زبان میں الفاظ کا ذخیرہ بہت ہو گیا ہے۔

اظہار خیال کے لئے نثر و نظم دونوں کا استعمال عام تھا۔ نثر میں عربوں کی ضرب الامثال، محاورے اور خطبات اب تک یادگار ہیں۔ عربوں کے خطیب اپنی فصاحت و بلاغت، جادو بیانی اور سحر طرازی سے بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

شعر و شاعری عربوں کی گھٹی میں تھی۔ شاید ہی کوئی ایسا شخص نظر آئے جو شعر گوئی کا ذوق نہ رکھتا ہو یا جسے شعر و شاعری سے شغف نہ ہو۔

عربوں کا دستور تھا کہ حج کے موسم میں دینی اجتماع اور عکاظ کے قومی میلے کے موقع پر شاعر ادبی محفلیں جماتے، جہاں اپنا بہترین کلام سناتے معمولی اونٹ اور بکریاں چرانے والے ایسا برجستہ کلام کہتے تھے۔ کہ دوسروں کو بہت فکر و تامل کے بعد بھی ویسا کہنا مشکل تھا۔ چند جملوں میں جذبات کو برانگیختہ کر دیتے۔ جب بولتے تو رعد کی طرح گرجتے بجلی کی طرح کڑکتے، بارش کی طرح برستے اور تھوڑی سی دیر میں کبھی آب کبھی آتش کا سماں کھینچ دیتے تھے۔ اسی لئے عربوں کو عاجز کرنے کے لئے حق سبحانہ تعالیٰ نے کلام معجز نما اپنے رسول اکرمؐ پر اتارا۔ عربی نہ جاننے والے کس طرح قرآن کی فصاحت کو پہچان سکتے ہیں۔؟

شاید تم یہ کہو گے کہ ہم تو عربی نہیں جانتے۔ ہماری سمجھ میں کس طرح قرآن کا اعجاز آئے تو یاد رکھو ہر فن میں اس کے اساتذہ اور ماہرین کے فیصلے کے آگے سر جھکانا پڑتا ہے۔ پھر عربی زبان آج بھی زندہ زبان ہے، سنسکرت کی طرح مردہ نہیں، بیروت، مصر، قاہرہ وغیرہ میں اس وقت بھی بہت سے ایسے نصاریٰ اور یہود موجود ہیں۔ جن کے مقابلہ میں بڑے بڑے ادیب قلم نہیں اٹھا سکتے انہوں نے عربی زبان میں عجیب و غریب کتابیں لکھی ہیں۔ عربی لغت تیار کی ہے۔ ہزارہا چھوٹے چھوٹے رسائل اور موٹی کتابیں تصنیف کر ڈالی ہیں۔

عربوں کی شاعری حقیقت نگاری کا مرقع ہے سادگی اور خلوص عربی شاعری کا طرۂ امتیاز ہے عربی شاعری کی وسعت اور ہر دلعزیزی کا یہ حال ہے کہ زمانۂ جاہلیت کے ہزاروں شاعروں کے نام اور ان کا کلام اب تک محفوظ ہے۔ شاعر مدح بھی کرتے تھے اور ہجو بھی، ان کے ہاں عشق و محبت کے جذبات کی بھی کچھ کمی نہیں۔ وہ مناظر قدرت کی تصویر بھی پیش کرتے ہیں اور اپنے قبیلے کی تاریخ بھی شعروں میں بیان کرتے ہیں۔ عربی شاعری میں استعارہ اور تشبیہ عام استعمال ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ عربوں سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے۔ تم بھی اہل زبان ہو۔ اسی ملک، اسی شہر اور اسی قوم کے افراد ہو کہ جس کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ بلکہ تم ان سے اس قوتِ کلامیہ میں بڑھ چڑھ کر ہو۔ تم شعر و شاعری اور سخن پروری کے مشتاق ہو، تم ہر مجلس و میلے میں شاعری اور خطابت کا مقابلہ کرنے جاتے ہو۔ لیکن اس قوتِ کلامی کے باوجود تم سے ایک سورۃ کے برابر بھی کلام نہیں بنایا جاتا۔ تم کو نہایت زور اور دعویٰ کے ساتھ مقابلہ کے لئے بلایا جاتا ہے۔ اور اجازت بھی دی جاتی ہے۔ کہ ایک نہیں بلکہ سب مل کر کوشش کرو اور پھر اپنے ان معبودوں سے بھی مدد لو۔ جن کو تم ہر قسم کی قدرت اور اختیار کا مبدا اور ہر طرح کا حاجت روا جان کر پوجتے ہو۔ پھر جب تم سے ایک سورہ کے برابر نہ بن سکا۔ تو یقین کر لو کہ یہ اس ذات کا کلام ہے۔ جو تمام جہان سے قدرت میں بڑھ کر ہے اس کا مقابلہ اور اس کے کلام کی تکذیب کرنا اپنے لئے جہنم میں ٹھکانا بنانا ہے۔ جس کی آگ بہت سخت اور تیز ہے۔ اس میں آدمی اور پتھر جلتے ہیں۔

عزیزانِ ملت! آپ کو معلوم ہے۔ کہ قرآن رمضان میں نازل ہوا جو کہ ایک نعمتِ عظمیٰ ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ ہم قرآن کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ آپ اس مہینہ میں قرآن پڑھیں۔ قرآن کو سمجھیں اور قرآن پر عمل کریں اور اسی کے ساتھ ساتھ آپ دوسروں کو بھی قرآن پڑھائیں۔ قرآن سمجھائیں اور قرآن پر عمل کرائیں۔ جب آپ خود قرآن پڑھیں گے سمجھیں گے اور عمل کریں گے۔ تو آپ کی ذاتی زندگی درست ہو جائیگی اور جب آپ دوسروں کو قرآن پڑھائیں گے قرآن سمجھائیں گے۔ اور قرآن پر عمل کرائیں گے تو انسانی زندگی کی اصلاح اور درستی ہو جائے گی۔ رمضان مبارک ایک ایسا مہینہ ہے۔ جس میں ہر مسلمان کو قرآن کی تخم ریزی کرنی چاہیئے۔ اور قرآنی فصل کا پھل حاصل کرنا چاہیے۔

خلاصہ - عربی زبان سیکھے بغیر انسان قرآن کے حقائق و معارف نہیں سمجھ سکتا۔ عربی زبان دنیا بھر کی زبانوں سے آسان زبان ہے۔ اس کا بدیہی ثبوت یہ ہے۔ کہ عربی زبان کے دو تہائی الفاظ اردو زبان میں روز و شب استعمال ہوتے ہیں۔ جنہیں ہر معمولی تعلیم یافتہ شخص پڑھتا، بولتا اور لکھتا ہے۔ اور ان کے مطلب اور مفہوم کو بھی اچھی طرح جانتا ہے۔ جس کا اندازہ مندرجہ ذیل الفاظ سے اچھی طرح ہو جائے گا۔

رسول، کتاب، نبی، قلم، ورق، مومن، مسلم، حافظ، عمل، قول، جماعت، امت،

ان الفاظ کو عربی شکل میں دیکھنا ہو تو ان کو دو طرح سے لکھو (۱) ان کے شروع میں اَل لگا دو (۲) یا آخر میں دو زبر، دو زیر اور دو پیش لگا دو ً ٍ ٌ مثلاً - اَلْكِتَابُ - اَلْقَلَمُ - اَلرَّسُوْلُ - اَلنَّبِيُّ - اَلْمُؤْمِنُ - اَلْمُسْلِمُ - اَلْحَافِظُ - اَلْاُمَّةُ

دوسری صورت:- كِتَابٌ - قَلَمٌ - رَسُوْلٌ نَبِيٌّ - مُؤْمِنٌ - مُسْلِمٌ حَافِظٌ -

تشریح - اَلْ خاص لفظ پر لگایا جاتا ہے۔ مثلاً اَلْكِتَابُ۔ خاص کتاب اَلْقَلَمُ۔ خاص قلم۔

عام چیزوں پر ً ٍ ٌ لگائی جاتی ہیں۔ جیسے (کوئی کتاب) قَلَمٌ (کوئی قلم)

انگریزی دان صاحبان یہ نوٹ کر لیں۔ کہ جس لفظ پر آرٹیکل the آسکتا ہے وہاں عربی میں اَل اور جہاں a یا an استعمال ہوتا ہے وہاں ً ٍ ٌ استعمال ہوتی ہیں۔

جیسے The book (خاص کتاب) a book (کوئی کتاب)

(باقی آئندہ)

مولانا جمیل احمد صاحب میوانی

اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَۃ

قسط (۲)

الحمد للہ وکفیٰ و سلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ : امّا بعد : فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرّجیم : بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم :ـــــ

توسّل جائز ہے !

تمام ہی اکابر مقدسین نے توسّل کو جائز قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ جلشانہٗ کی جناب قدس میں کسی برگزیدہ، مقبول ہستی کو ذریعہ بناتے ہوئے، ان کا وسیلہ اختیار کرتے ہوئے اپنی درخواستِ دعا کے قبول کئے جانے کی امید پر پیش کرنا۔ جیسا کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل بارش کی دعا مانگا کرتے تھے۔ اسی بناء پر آپ کے دَر کے غلاموں کو بھی ذریعہ بنانا درست ہے۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی نوّر اللہ مرقدہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ مشائخ چشت اہل بہشت نوراللہ مرقدھم کا شجرہ مبارکہ روزانہ کسی ایک وقت پڑھ کر اس کے ذریعہ دعا مانگا کرو جو قبولیت دعا کے سلسلہ میں اکسیر ہے۔ اسی طرح جو صاحبان جن سلاسل مبارکہ سے منسلک ہیں ان مشائخ عظام کے مبارک ناموں کا شجرہ مبارکہ پڑھ کر دعا مانگا کریں۔ تو کوئی مضائقہ نہیں۔

ایک عمدہ طریقہ !

اصل احسان تو اللہ تعالیٰ جلشانہٗ ہی کا ہے کہ جس نے تمام حضرات انبیاء علیہم السلام اور صلحائے امّت کو پیدا فرمایا — جن کے ذریعہ بقیہ مخلوق کو ہدایت بخشی۔ لیکن یہ حضرات مقدسین خدائے پاک کے یہاں مقبول و مکرم ہیں۔ لہٰذا اس نسبت سے جتنا زیادہ ادب و احترام بجالایا جائے کم ہے۔ اسی پر انعام واکرام کے دروازے کھلیں گے۔ کسی کے ساتھ نسبت کا ہونا بڑی بات ہے۔ دیکھئے مساجد بھی اینٹ گارے کی ہوتی ہیں اور عام مکانات بھی اینٹ گارے سے تعمیر ہوتے ہیں لیکن مسجد کی نسبت مولیٰ تعالےٰ جل شانہٗ سے ہے لہٰذا اس کا ادب و لحاظ بجالانا فرض ہے۔ اور اس مبارک مکان کو صرف اینٹ گارے سے بنی دیکھ کر عام مکانوں کی طرح سمجھنے اور اس کے ساتھ وہی برتاؤ کرنے پر سزا ملے گی۔ پھر اندازہ کرو بیت اللہ شریف کا جہاں ہر آن تجلّیات الٰہیہ کا ورود ہوتا ہے۔ چونکہ اس کی نسبت اللہ پاک سے ہے لہٰذا حضرت جل مجدہٗ کی عظمت و کبریائی کو دھیان میں رکھ کر اس چار دیواری کی جو مکۃ المکرمہ میں بنی ہوئی ہے اس کی عظمت و شان پہچانو۔

ٹھیک اسی طرح حضرات رسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو صرف لفظ رسول جس کے معنی پیغام لے جانے والا ہے جان کر نہ دیکھو۔ یہ نفوس قدسیہ جو یقیناً ہیں تو اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور وہ بھی بنی نوع انسانی سے تعلق رکھتے ہیں مگر چونکہ ان کی نسبت حضرت حق جل مجدہٗ کے محبوب، مقبول، معصوم، برگزیدہ ہونے کی ہے۔ لہٰذا ان حضرات مقدسین علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ جل شانہٗ سے منسوب ہونے، ان کے کمالات ظاہری و باطنی، ان کی عظمت و شان کو دھیان میں رکھ کر، ان کو رسول اللہ و نبی اللہ سمجھو، جانو اور مانو۔ کروڑویں حصہ میں سے ایک حصہ بھی اہانت کرنا ان حضرات مقدسین علیہ السلام کی کفر ہے۔ پھر اندازہ کرو سید الرسل ختم المرسل سید الوجود محبوب خدا حبیب کبریا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و شان کا ــــــ

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ ہیں۔ اسلام کی خاطر اس گروہ مقدس نے اپنی مال و جان کی بازیاں لگائی ہیں۔ ان سے اللہ تعالےٰ خوش، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خوش، ملائکہ عظام ان سے خوش۔ رضی اللہ عنہم ورضوعنہ۔

ان حضرات مقدسین کے بعد عام صلحائے امّت جن کو تابعین، تبع تابعین، مشائخ عظام صوفیائے عظام نوّر اللہ مرقدھم کے مبارک ناموں سے یاد کرتے ہیں کا دَور آتا ہے جو تعلیم قرآن مجید و تزکیہ باطن کی مبارک دولت حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم براہِ راست حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کی تھی۔ وہ ان ہی کے بعد میں آنے والے حضرات صوفیائے عظام کے ذریعہ سینہ بسینہ ہم لوگوں تک پہنچی ہے من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ۔ خالق جل مجدہ کے شکریہ ادا کرنے کا طریقہ جدا۔ یہ طریقہ مبارک جس کو عبادت کہیں مخلوق میں سے کسی کو درست نہیں اور مخلوق کا شکریہ ادا کرنا جس کو ادب واکرام بجالانا کہیں وہ جدا۔ اس میں نہ نذر و نیاز شامل نہ سجدہ تحیّۃ شامل۔ ان حضرات کا احسان ماننے کا طریقہ یہ ہی ہے کہ ان حضرات کو ایصالِ ثواب سے یاد کیا جائے۔ مگر اس میں بھی یہ خیال رہے کہ نہ تو ہم اس لئے ثواب پہنچا رہے ہیں کہ یہ حضرات "حاجت روا"، "مشکل کشا" ہیں نہ اس لئے کہ اگر ثواب نہ پہنچائیں گے تو ہمارا نقصان کردیں گے۔ نفع و نقصان کی مالک تو فقط ایک ذات حضرت حق جل مجدہٗ ہی کی ہے۔ جس کے نہ نام میں کوئی شریک نہ کام میں کوئی شریک نہ صفات میں کوئی شریک۔ وحدہٗ لا شریک احدًا صمدًا لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوًا احد۔

ہم تو اس لئے ثواب پہنچا رہے ہیں کہ خدا پاک نے ان حضرات کے ذریعہ ہم کو دولتِ ایمان و اسلام سے نوازا ہے۔ لہٰذا ان کا شکریہ بجالانا یہ ہی ہے کہ ہم ثواب پہنچا کر ان حضرات کو یاد رکھیں۔ اس بارے میں یہ حضرات ہمارے ثواب پہنچانے کے محتاج تو نہیں بلکہ ہم اپنی حسن عقیدت ثواب پہنچا کر ان حضرات سے وابستہ کرتے ہیں۔ تاکہ کل قیامت میں ان کے کہلا کر ان حضرات کے ساتھ اٹھیں۔ "جو جس سے محبت رکھتا ہے کل قیامت میں اسی کے ساتھ اُٹھے گا۔" (حدیث شریف)

شجرہ مبارکہ پڑھنے سے قبل جیسا کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی نور اللہ مرقدہٗ اپنے "مکتوبات شیخ الاسلام" جلد سوم میں ایصالِ ثواب کا طریقہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اوّل و آخر تین تین مرتبہ درود شریف درمیان میں ۳ مرتبہ سورہ فاتحہ (الحمد شریف) بارہ مرتبہ سورۃ اخلاص (قل شریف) پڑھ کر ثواب پہنچانے کی نیّت کر لیا کریں۔ اس کے بعد دعائے خیر اوّل اپنے لئے اپنے عزیز و اقارب اور جملہ امت کے لئے دعا مانگیں۔ امید واثق ہے کہ عند اللہ ضرور قبول ہوگی۔ بفضل تعالےٰ۔

شجرہ مبارکہ کے لئے حضرت شیخ کی بہترین کتاب سلاسل طیبہ ہے۔ جو حضرت مولانا مظہر حسین صاحب چکوالی مدظلہ العالی نے مرتب

دی کتب خانہ صدیقیہ بیرون لوہڑ بازار ملتان سے خرید لیں۔ اس کے علاوہ اسی سلسلہ میں بہترین مجموعہ وسیلۃ السعادات فی مجموع الشجرات النقشبندیہ، القادریہ، الچشتیہ، والسہروردیہ جس کو ملک کے نامور کاتب محترم و مکرم جناب سید انور حسین صاحب نفیس رقم نے ترتیب دیا ہے خرید لیں۔ سید صاحب حضرت مخدوم سید گیسو دراز نور اللہ مرقدہ کی اولاد میں سے ہیں اور شیخ المعلم حضرت اقدس مولانا رائے پوری ثانی نور اللہ مرقدہٗ کے خلیفہ مجاز اور موجودہ حضرت جانشین برحق مولانا عبدالعزیز صاحب رائے پوری ثالث دام مجدہم العالی کے منظور نظر ہیں۔ لہٰذا سید صاحب کا ترتیب دیا ہوا یہ مجموعہ ہر اعتبار سے قابل اعتماد ہے۔

شیخ التفسیر حضرت مولانا لاہوری نور اللہ مرقدہٗ ارشاد فرماتے تھے کہ دعا کو اس طرح شروع کرو۔ انشاء اللہ اس طور پر شروع کرنے سے امید ہے دعا ضرور قبول ہو گی۔ اوّل ثناء پڑھے سبحانک اللّٰھم سے ولا الٰہ غیرک تک پھر سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم، اس کے بعد لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین۔

اس کے علاوہ یہ کلمات خیر بھی پڑھ لیا کریں جو بعض دعاؤں کی کتابوں میں لکھے ہیں نیز دیگر بزرگان دین سے سُنے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ اللّٰہم اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیوم، والحکم اللہ واحد، لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم، یا حی یا قیوم، برحمتک نستغیث، یا ذا الجلال والاکرام، یا حنان، یا منان، یا بدیع السمٰوٰت و الارض، یا فاطر السمٰوٰت والارض، یا اللہ یا رحمٰن، یا رحیم، یا اللہ یا نور یا حق یا مبین، یا سمیع الدعآء یا مجیب الدعوٰت، یا ارحم الراحمین، یا اکرم الاکرمین، ارحم یا ارحم الراحمین، لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم، ارحم یا اکرم الاکرمین، لاحول ولاحول قوۃ الا باللہ العظیم، فانک علی کل شیءٍ قدیر، رب سھّل علینا، رب یسّر علینا، بحرمت سید الابرار، صلی اللہ علیہ وسلم۔

کتاب فضائل نماز میں حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم نے ایک جگہ اس حدیث شریف کو نقل فرمایا ہے "جس شخص کو کوئی بھی ضرورت پیش آئے دینی ہو یا دنیوی اس کا تعلق مالک الملک سے ہو یا کسی آدمی سے، چاہیئے کہ بہت اچھی طرح وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے (صلوٰۃ الحاجہ) پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے (مثلاً الحمد شریف پڑھ لے، نفل شریف پڑھ لے، مذکورہ بالا الفاظ مبارک پڑھ لے) اور پھر درود شریف پڑھے۔ جاننا چاہئے کہ جس دعا کے اوّل آخر درود شریف نہ پڑھی وہ درجہ قبولیت کو نہیں پہنچتی۔ زمین و آسمان کے درمیان لٹکی رہتی ہے۔ ایک حدیث شریف میں درمیان میں بھی درود شریف پڑھنے کا حکم وارد ہوا ہے۔ اس کے بعد یہ دعا پڑھے تو انشاء اللہ اُس کی حاجت ضرور پوری ہو گی۔ دعا یہ ہے

لا الٰہ الا اللہ الحلیم الکریم۔ سبحان اللہ رب العرش العظیم۔ الحمد للہ رب العٰلمین۔ اسئلک موجبات رحمتک وعزائم مغفرتک والغنیمۃ من کل برٍّ والسلامۃ من کل اثمٍ لا تدع لی ذنبا الا غفرتہٗ یا ارحم الراحمین ولا ھمًّا الا فرجتہٗ ولا حاجۃً ھی لک رضًا الا قضیتہا یا ارحم الراحمین۔

ایک حدیث شریف میں یہ بھی آتا ہے کہ ایک نابینا کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ہی دعا مذکورہ بالا طریقہ سے پڑھنے کو تلقین فرمائی جس سے اس کی بینائی لوٹ آئی تھی۔ آج بے سند دعا یہ کلمات کو رٹتے رہتے ہیں۔ جس سے کچھ حاصل نہیں آیئے ادھر آیئے اور ان مستند و مقبول دعاؤں کو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمائے ہوئے طریقہ کے مطابق پڑھ کر اپنی حاجات پوری کرایئے۔ جس میں شرک و بدعت سے بھی حفاظت ہے۔

اسی کتاب فضائل نماز میں اس دعا سے آگے چل کر ایک قلی کا واقعہ درج ہے جس میں اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ (الآیہ) کے پڑھنے پر غیب سے مدد ہوئی۔ اور قلی کی دعا قبول ہوئی۔ تفصیل کتاب میں دیکھ لیجئے گا۔

عزیزو! ہمیشہ یاد رکھو کوئی کیسی ہی ضرورت پیش آئے بس وضو کرو اور دو رکعت نفل صلوٰۃ الحاجہ جس طرح عام نفل پڑھے جاتے ہیں پڑھو اور خدائے پاک سے مانگو۔

اسی طرح اولاد کے بارے میں خوب جان لیجئے گا۔ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی اور دوسرا اولاد دے ہی نہیں سکتا۔ نادانو! تم خدائے پاک کو چھوڑ کر اس کے مقبول بندوں سے ہی مانگنے لگ جاتے ہو، یہ ہرگز درست نہیں۔ دیکھو، ان کی برکت سے دعا مانگنا تو درست ہے۔ ذرا سوچو تو مقبولین بارگاہ بھی تو اپنی ماؤں کے بیٹے ہیں اور ان حضرات کو بھی اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا۔ پھر جو خود کسی کے عطا کردہ ہیں ان سے مانگنا کہاں درست رہا۔ نیز یہ بھی اندازہ کرو کہ دنیا میں مسلم و غیر مسلم کتنے ہیں۔ آخر یہ سب اپنی اپنی ماؤں کے بیٹے ہی تو ہیں تو اللہ تعالیٰ اتنے کروڑ بیٹے پیدا کرنے پر قادر ہے تو تم نادانوں کو بیٹے نہیں دے سکتا (معاذ اللہ) جو اس کے سوا اس کی مخلوق سے مانگ رہے ہیں۔ اچھا تو تم مانگتے ہو مقبولین بارگاہ سے حالانکہ دینا پھر بھی اللہ تعالیٰ نے ہی ہے اور تم منسوب کرتے ہو ان حضرات سے۔ لیکن جو مشرک و کافر بتوں سے مانگتے ہیں اور دیتا وہاں بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن وہ منسوب کرتے بتوں سے ہیں۔ حالانکہ بت اپنے منہ کی مکھی بھی نہیں اڑا سکتے۔ اور اس سے بھی آگے چلئے۔ دہریہ خدا کی ذات پاک کے بھی قائل نہیں۔ ان کے یہاں بھی تو بیٹے بیٹی ہوتے ہیں؟ آخر سوچا بھی کہ معیار حق کیا ہے؟ بھائیو! صاف سن لو۔ بزرگان دین اولاد نہیں دیتے ہاں ان سے دعا کرانا جائز، ان کی برکت سے دعا مانگنا درست، ان کی دعائیں خدائے پاک کے دربار میں قبول ہو جاتی ہیں۔ زیادہ چکر میں پڑنے کی ضرورت نہیں! دیکھو قرآن مجید میں صاف صاف ارشاد باری تعالیٰ موجود ہے "اللہ تعالیٰ ہی ہیں کہ جس کو چاہیں بیٹا دیں، جس کو چاہے بیٹی دیں، جس کو چاہیں بیٹا بیٹی دونوں دیں جس کو چاہیں بانجھ کر دیں۔

دعا کے آخر میں یہ الفاظ بھی کہہ لیا کرو۔ بجاہ نور وجھک الکریم و بحرمت سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم۔ اے اللہ! حضرات چشت اہل بہشت کے طفیل میری یہ دعا قبول فرما۔ دعا کے قبول ہونے کی قوی امید رکھے متذبذب نہ ہووے، جلدی نہ کرے۔ گاہ گاہ ویرانہ میں جا کر یکسو ہو کر زمین ننگی پر دو رکعت پڑھ کر سجدہ میں پڑ کر دعا کرے۔ بندہ اللہ تعالیٰ کے قریب زیادہ سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے۔ خوب گڑگڑا کر دعا کرے۔ بعد ختم دعا منہ پر دونوں ہاتھوں کو پھیرے اس میں برکت ہوتی ہے

دعائے صحت

حضرت مولانا عبدالحنان صاحب ہزاروی مدظلہ ایک عرصہ سے صاحب فراش ہیں۔ تمام قارئین خدام الدین سے پرزور استدعا ہے کہ وہ حضرت مولانا مدظلہ کی صحت یابی کے لئے خلوص دل کے ساتھ بارگاہ رب العزت میں دعا فرمائیں (حاجی بشیر احمد)

بنا دیا تھا۔ ظاہر ہے یہ مقام تاریخی حیثیت رکھتا ہے۔ اور اس مقام کا ذرہ ذرہ ہمارے فوجی جیالوں کی شجاعت و پامردی کا زندۂ جاوید نقش اور ان کی عظمت و سطوت کا منہ بولتا مرقع ہے۔ چنانچہ ہماری غیرت کبھی گوارا نہیں کر سکتی کہ یہ علاقہ ہمارے دشمنوں کے قبضے میں رہے۔ پھر ایسی حالت میں جب کہ ہماری فوجیں بھارت کا ساڑھے سولہ سو مربع میل علاقہ خالی کر کے معاہدے کے عین مطابق اپنی سرحدوں پر واپس آ گئی ہیں۔ بھارتی فوجوں کا ہمارے دو علاقوں پر قابض رہنا معاہدے کی شرمناک خلاف ورزی اور ہماری غیرت کو چیلنج کرنا ہے۔ پھر ڈھٹائی یہ ہے کہ بھارتی وزیر خارجہ سردار سورن سنگھ کو جب راولپنڈی میں اس خلاف ورزی کی طرف توجہ دلائی گئی تو انہوں نے اسے تفصیل طلب کہہ کر بات ٹالنے کی کوشش کی اور اب بھارت کے وزیر جنگ مسٹر یشونت رائے چاون نے لوک سبھا میں ایک ایسا بیان داغ دیا ہے جس سے بھارت کے شرمناک جارحانہ عزائم کی واضح نشاندہی ہوتی ہے۔ اور بدگمانیوں اور شکوک و شبہات کی نئی راہیں کھلتی ہیں ــــ انہوں نے ہمارے وزیر خارجہ کے مذکورہ بیان کی تردید کرتے ہوئے بھارتی لوک سبھا میں اعلان کیا ہے کہ ہندوستان کے قبضے میں کوئی ایسا متنازعہ علاقہ نہیں جسے بھارتی فوجوں نے خالی نہ کر دیا ہو ــــ ظاہر ہے اس نام نہاد تردید سے صرف یہی نتیجہ نکالا جا سکتا ہے۔ کہ بھارت نے اپنے جارحانہ عزائم کے پیش نظر سیالکوٹ کے محاذ پر فوجی اہمیت کے اس پاکستانی علاقے کو "غیر متنازعہ" قرار دے کر اپنا قبضہ برقرار رکھنے کی کوشش کی ہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو اس کی فوری وضاحت ہونی چاہیئے اور حکومت پاکستان کو اس کا سختی کے ساتھ نوٹس لینا چاہیئے۔

اس میں شک نہیں کہ پاکستانی عوام کو بھارت کے وعدوں پر کوئی اعتماد نہیں رہا اور وہ جانتے ہیں کہ بین الاقوامی معاہدوں کی خلاف ورزی بھارت کی فطرتِ ثانیہ بن چکی ہے مگر پھر بھی سلامتی کونسل کی ۲۰ر ستمبر کی قرارداد اور اعلانِ تاشقند منظور کر لینے کے بعد اس قدر ڈھٹائی کے ساتھ یہ موجودہ پیمان شکنی سخت موجبِ حیرت ہے۔ اور ہم سخت الفاظ میں اس کی مذمت کرتے ہیں۔

ہمیں علم ہے کہ حکومت پاکستان نے اس کی شکایت سلامتی کونسل کے سیکرٹری جنرل مسٹر او تھان کو کر دی ہے۔ لیکن ہم توقع رکھتے ہیں ۲

۲ کہ ہماری حکومت اس سلسلے میں اس سے بھی زیادہ سخت اقدامات پر غور کرے گی اور پاکستان کے عظیم مفادات و وقار کی حفاظت کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرے گی۔

اربابِ اختیار

اپنا جواب سوچ لیں

(اشرف عطا)

ایک سوال تو موجودہ ارباب اختیار سے کل داورِ محشر کے حضور کیا جانے والا ہے۔ اور ایک ذرا چند میل دور، کعبۃ اللہ اور مسجد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے گرد پوری دنیا سے آ کر جمع ہونے والے لاکھوں مسلمان سرگوشیوں کی صورت میں کر رہے ہیں۔ کہ ابھی پچھلے سال پاکستان کے ۲۴ ہزار سے زائد مسلمانوں نے بیت اللہ کا حج کیا تھا۔ اور غالباً پاکستان دنیا کا پہلا یا دوسرا مسلمان ملک تھا جہاں سے سب سے زیادہ زائرینِ دیارِ حبیب پہنچتے تھے لیکن اس سال کافر بھارت نے شدید ترین قحط اور زرِ تبادلہ کی کمی کے باوجود، چودہ ہزار سے زائد مسلمانوں کو حج پر جانے کے لئے زرِ تبادلہ فراہم کیا۔ درآنحالیکہ وہاں مسلمانوں کی تعداد پانچ کروڑ سے کم ہی ہے اور ادھر پاکستان کے دس کروڑ مسلمانوں میں سے صرف چار سوا چار ہزار افراد کو حج کی اجازت ملی ہے ــــ ان دونوں ملکوں کے مابین یہ تفاوت کیوں؟

ٹھیک کہ بھارت کی کافر حکومت نے پروپیگنڈا کے لئے ایسا کیا ہوگا۔ مگر یہ تو اس کی سیاسی ضرورت ہے اور اس نے یہ ضرورت تھوڑا سا زرِ تبادلہ صرف کر کے پوری کر لی۔ مگر پاکستان کی تو یہ دینی ضرورت بھی تھی اور سیاسی ضرورت بھی۔ اس نے کیوں نہ ان دونوں پہلوؤں کو ملحوظ رکھا۔ اور کیا وجہ ہے کہ اس نے اپنے حریف اور دشمن ملک کی اس چال کا توڑ مہیا نہ کیا؟ ــــ لیکن یہ تو سوچنے کا بہت ہی گھٹیا طریقہ تھا۔ پاکستان کو تو اس مسئلہ پر اپنے ایمان اور اپنے دعوئے اسلامیت کی بنیاد پر سوچنا اور فیصلہ کرنا چاہیئے تھا۔

یہ تو ہے ابھی کیا جانے والا، بلکہ کیا جا رہا سوال ــــ اور اگلے ہفتے ہی اس سوال سے ان حضرات کو واسطہ پڑے گا، جو حج وفد کی صورت میں اور رابطہ عالم اسلامی کے لئے نامزد ہونے کی حیثیت سے مصروفِ پرواز ہونے والے ہیں۔

یہ حضرات اس سوال کا جواب کیا دیں گے؟

اس سوال کا جواب بھی یہی حضرات دے سکتے ہیں اور اربابِ اختیار بھی! رہا، جو سوال رب السموات والارض کے حضور ان سے کیا جائے گا، تو سچ یہ ہے کہ اگر اس حاضری پر کسی کو یہ یقین ہے تو دل دہل جانے چاہئیں اور نبضوں کی رفتار تیز تر ہو جانی چاہیئے

آہ! ہم تین چار ماہ سے مسلسل اس مسئلہ کے دونوں پہلوؤں ایمانی اور سیاسی، دنیوی اور اخروی پر تفصیل سے متوجہ کر رہے ہیں مگر بدقسمتی یہ ہے کہ یہ تحریریں صدرِ مملکت تک پہنچنا ممکن نہیں اور پریس برانچ سے انٹیلی جنس بیورو تک کے محترم ارکان اپنا فرض اس حد تک محسوس کرتے ہیں کہ جو چیز ان کے منشاء مبارک کے خلاف کسی اخبار میں شائع ہو وہ اس پر متعلقہ اخبار کو وارننگ بھجوا دیں ــــ قال اللہ المشتکی والیہ المرجع والعتاب ــــ اگرچہ "بات" اب صرف کہنے ہی کی ہے۔ تاہم اس سے بھی عہدہ برآ ہونا ہی مناسب ہے۔ کہ اگر اس وقت بھی "اربابِ اختیار" اپنے طرزِ عمل پر نظر ثانی کریں تو یہ آٹھ ہزار حجاج کو مزید بھجوا سکتے ہیں بحری جہازوں اور ہوائی جہازوں کے ذریعہ ــــ کیا خدا کا کوئی بندہ یہ آواز ایوانِ عالی تک پہنچا سکے گا؟

(بشکریہ المنبر ۴ر مارچ ۶۶ء)

جانشین شیخ التفسیر مدظلہٗ کا ورود ساروکی

حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہٗ مورخہ ۱۵ مارچ ۱۹۶۶ء بروز منگل صبح ۷ بجے بذریعہ ریل کار لاہور سے عازم وزیر آباد ہوں گے۔ وہاں سے ۹/۵۵ کی گاڑی کے ذریعے آپ موضع ساروکی تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ تشریف لے جائیں گے۔ ۱۶ مارچ بروز بدھ صبح لاہور واپس تشریف لے آئیں گے (حاجی بشیر احمد)

سالانہ جلسہ

مدرسہ احیاء العلوم عیدگاہ مظفر گڑھ کا سالانہ جلسہ مورخہ ۱۸، ۱۹، ۲۰ مارچ ۱۹۶۶ء بروز جمعہ۔ ہفتہ۔ اتوار منعقد ہو رہا ہے جس میں جانشین حضرت لاہوریؒ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور، شیخ التفسیر حضرت مولانا عبد اللہ صاحب بہلول شریف علامہ خالد محمود صاحب۔ حضرت مولانا سید نور الحسن شاہ صاحب بخاری۔ مناظر حسین نظر ایڈیٹر خدام الدین وغیرہم۔ حضرات علمائے کرام۔ مشائخ عظام شرکت فرما رہے ہیں۔ نوٹ:- خطیب پاکستان حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب شجاع آباد مورخہ ۱۸ مارچ بروز جمعہ بعد از نماز جمعہ خطاب فرمائیں گے۔

ایڈیٹر خدام الدین

ڈاکٹر مناظر حسین نظر مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۶۶ء کو عازم اوکاڑہ ہوں گے۔ وہاں سے صبح بذریعہ بس مدرسہ جامعہ عربیہ صدیقیہ منڈی صادق گنج تشریف لے جائیں گے۔ جمعہ کو اجلاس سے خطاب کرنے کے بعد ہفتہ کو واپس لاہور پہنچ جائیں گے۔

ایجنٹ حضرات کو

ماہ جنوری کے بل روانہ کئے جا رہے ہیں۔ براہ کرم بل ملتے ہی فوراً رقم ارسال فرمائیں بل ارسال کرتے وقت اپنے کھاتہ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ منیجر

بقیہ : خطبہ جمعہ

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کی تابعداری کی جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلا جائے —— در حقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت خود اللہ تعالےٰ جل شانہٗ کی اطاعت ہے اور رسول ؐ کی اطاعت کی صورت میں بھی مطاع خدا ہی کی ذات رہتی ہے:-

مَنۡ یُّطِعِ الرَّسُوۡلَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہَ۔ (جس نے رسول ؐ کی اطاعت کی اُس نے خدا ہی کی اطاعت کی)

دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ایمانِ کامل کے ساتھ دنیا سے اٹھائے۔ آمین یا الٰہ العالمین!

بقیہ : حضرت مولانا عبدالہادی

میں یہاں اپنے مرشد حضرت لاہوری کے مزار پر فاتحہ پڑھنے آیا تھا۔ آپ کا دفتر دیکھا رک گیا۔

"حضرت ہمارے لئے دعا فرمائیں" میں نے عرض کیا۔

دعا —— میں کعبہ کی طرف منہ کر کے کہتا ہوں (اپنے وجود کی نفی کرتے ہوئے) .... سے بدتر ہوں۔

حضرت آپ عظیم متاع ہیں۔

اور ہم آپ کی دعاؤں کے محتاج ہیں۔ دعا فرمائیے، خضوع، خشوع اور اخلاص انکسار گداز، رقت، تڑپ، للّٰہیت غرض اسی دعا میں سبھی کچھ تھا۔

غور کیا تو نگاہوں میں ذوالفقار کی چمک تھی۔ چہرہ پر ابو ذرؓ کا استغنا، طبیعت میں علی مرتضیٰؓ کی فقیری پھٹے پرانے کپڑوں میں عمر فاروقؓ کے دبدبے کا پرتو، چال ڈھال میں عثمان غنیؓ کی حیا، اور لب و لہجہ میں عمر فاروقؓ کا وقار دنیا کا تو ذکر ہی کیا اپنی ذات سے بے نیاز —— یہی وہ لوگ ہیں۔ جن کے لئے دنیا کوئی اہمیت نہیں رکھتی وہ دنیا کو اپنے سفر کا ایک پڑاؤ سے سمجھتے ہیں۔ تو خدا ان کا اور وہ خدا کے ہو جاتے ہیں۔

ان کی ہمنشینی میں وہ سرور ہے۔ جو بادشاہوں کے ہاں نہیں اور حیف ہے۔ ان لوگوں پر جو بادشاہوں کے آستانوں پہ کاسۂ گدائی لے کر جاتے ہیں۔

"بشکریہ چٹان"

خط و کتابت

کرتے وقت چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں۔

بچوں کا صفحہ

حضرت سلمان فارسی رضؓ

ابتدائے اسلام کی تاریخ کو دیکھو، تو اس میں پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے حالات و واقعات نظر آتے ہیں۔ جن کو پڑھ کر ایمان روشن ہو جاتا ہے۔ میں ایک نہایت مقتدر اور برگزیدہ صحابئ رسولؐ کا ذکر کروں گا اور ان کی سیرت پاک کے ایک اہم پہلو پر روشنی ڈالوں گا جس سے معلوم ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ نے ان صحابیؓ کی زندگی پر کتنا اثر کیا تھا۔ اور ان کی زندگی مکمل طور پر اسی رنگ میں رنگی ہوئی تھی۔

اس صحابئ رسولؐ کا نام سلمان فارسیؓ ہے۔ یہ فارس کے رہنے والے تھے۔ مگر جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بار آگئے تو پھر دوبارہ اپنے وطن واپس نہ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کو کچھ اس طرح پکڑا کہ مرتے دم تک نہ چھوڑا۔

یہ وہ زمانہ ہے کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم احکامِ الٰہی کو عملی صورت میں لوگوں کے سامنے پیش کر رہے تھے۔ اور لوگ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنا پسند کرتے۔ یوں تو اصحابِ رسولؐ میں ایک ایک صحابی آپؐ سے بڑھ چڑھ کر محبت کرتے تھے۔ اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی سب سے خوش اور مطمئن تھے۔ مگر واقعات بتاتے ہیں کہ حضرت سلمانؓ فارسی پر زیادہ نظرِ عنایت تھی۔ اور ممکن ہے کہ اس وجہ سے ہو کہ وہ غیر عرب تھے۔ فارس کے رہنے والے تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عرب کے باشندوں کو یہ بات دکھلانی ہو کہ جب دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے تو عجمی اور عربی کا فرق مٹ جاتا ہے اور سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ برتری اسی کو حاصل ہو سکتی ہے جو تقوے اور پرہیزگاری میں سب سے افضل ہو۔ چنانچہ واقعات شاہد ہیں کہ حضرت سلمان فارسیؓ کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سلمانؓ میرے اہل بیت سے ہے اللہ اللہ ان صحابئ رسولؐ نے اپنے تقویٰ اور پرہیزگاری سے خود کو فنا فی اللہ اور فنا فی الرسول کر لیا تھا۔ میں ان کی زندگی کے ایک پہلو پر روشنی ڈالوں گا جس سے ان کی عبادت اور ریاضت، دیانت اور ایمان کی پختگی کا اندازہ ہو جائے گا۔

عرب میں کھجور کی پیداوار بہت زیادہ ہے اور اس زمانے میں بھی بہت تھی۔ کھجور کے پتوں سے چٹائیاں ہمیشہ بنتی رہی ہیں۔ چنانچہ حضرت سلمان فارسیؓ بھی چٹائیاں بُنا کرتے تھے۔ ایک چٹائی کی اجرت ایک روٹی ہوا کرتی تھی۔ اس لئے صبح سے شام تک ایک چٹائی بُن لیتے اور ایک روٹی کے حقدار ہو جاتے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک دن حسبِ معمول وہ اپنے مکان میں چٹائی بُن رہے تھے۔ دوپہر کا وقت ہو چکا تھا۔ اتفاق سے ایک مہمان آگیا۔ آپ کو بھی بھوک محسوس ہو رہی تھی۔ اور مہمان کی صورت بھی یہی بتا رہی تھی کہ وہ بھوکا ہے۔ چنانچہ عرب کی مہمان نوازی تو دنیا میں مشہور رہی ہی ہے۔ آپ نے اس ایک روٹی سے جو مزدوری کی شکل میں آپ کے پاس تھی۔ اس میں سے نصف روٹی توڑی اور اس میں سے بھی نصف کر کے اپنے مہمان کے سامنے رکھ دی اور بقیہ نصف خود نوش کر لی ؎

نصف روٹی پائے اگر مردِ خدا
حصہ اس میں نصف ہے مہمان کا

ان کے مہمان کو اس پر کچھ خیال ہوا۔ چنانچہ اس سے نہ رہا گیا۔ اور اس نے حضرت سے پوچھا۔

"کیا آپ بتائیں گے کہ آپ نے روٹی میں سے نصف حصہ لیا اور نصف باقی رکھا؟ اس میں آپ کی کیا مصلحت تھی؟"

مہمان کے منہ سے یہ الفاظ سن کر حضرت سلمان فارسیؓ کا جسم خوفِ خدا سے لرز گیا اور نہایت عاجزانہ انداز میں جواب دیا — کہ "بھائی سُن! اس پوری چٹائی کی مزدوری ایک روٹی ہے۔ میں نے اس وقت تک نصف چٹائی بُنی ہے۔ لہٰذا میں نصف روٹی کا قانوناً اور شرعاً حقدار ہوں۔ وہی میں نے لے لی۔ اب جس وقت میں اس چٹائی کو مکمل کر لوں گا تو بقیہ نصف کا حقدار ہو جاؤنگا۔"

یہ سُن کر مہمان بھی خوفِ خدا سے کانپنے لگا۔ حضرت سلمانِ فارسیؓ کے اس اصول کی پابندی اور پرہیزگاری نے اس کے دل پر بہت اثر کیا۔ اور اس پر ہی کیا موقوف ہے چوتھی خلافت راشدہ کے زمانے میں جب وہ مدائن کے گورنر مقرر ہوئے تو اس حالت میں بھی ان کا طرزِ زندگی یہی تھا اور ان کی حالت اور رہن سہن دیکھنے سے یہ ہرگز معلوم نہیں ہوتا تھا کہ یہ گورنر ہیں۔ جو سبق خدا کے رسولؐ نے ان کو دیا تھا۔ اور جو کچھ بھی آپؐ کی صحبت میں رہ کر انہوں نے حاصل کیا تھا اس میں بال برابر بھی فرق نہ آنے دیا اور اتنی عبادت اور ریاضت اور احکامِ خدا و رسولؐ کی پیروی کی کہ ممتاز ترین صحابہ میں کیا بلکہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق اہل بیت میں شمار ہو گئے۔ ("نور، لاہور)

نیک بنیں نیکی پھیلائیں

ابوالحسن نہ آھل

نیک بنیں نیکی پھیلائیں
آؤ ہم سچے بن جائیں
سب سے مڑ کر سب سے کٹ کر
اللہ کے رستے پر آئیں

آؤ سب اس گیت کو گائیں
نیک بنیں، نیکی پھیلائیں

دنیا والے بھول چکے ہیں
حق سے رشتہ توڑ چکے ہیں
افسوس اللہ کے یہ بندے
راہِ حق کو چھوڑ چکے ہیں

آؤ حق کی شمع جلائیں
نیک بنیں نیکی پھیلائیں

آؤ ان کو راہ دکھائیں
بھولی باتیں یاد دلائیں
آؤ نا ہر ایک کو پوجیں
سب کو چھوڑیں سب کو مٹائیں

اللہ کے بندے بن جائیں
نیک بنیں نیکی پھیلائیں

★

رجسٹرڈ ایل
نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

ٹیلیفون ۶۷۵۴۵
چیف ایڈیٹر
عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۶-۲۸۱ ۲ مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۳۹/۹/۶۷-۲-۹ DD مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء

خط و کتابت کرتے وقت اپنی چٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ اور ایجنٹ حضرات اپنے کھاتہ نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔ (مینیجر)

... الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا